فضیلۃ الشیخ سمیر حلبی

ترجمہ: شیخ الحدیث حافظ محمد امین حفظہ اللہ

محبّت کی حقیقت

© مكتبة دارالسلام ١٤٢٨ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

حلبي، سمير

حب الله ورسوله باللغة الاردية .- سمير حلبى / الرياض، ١٤٢٨ هـ

ص: ١٠٤ مقاس: ١٤×٢١ سم

ردمك: ٤-٧-٩٨٤٩-٩٩٦٠

١- الايمان (الاسلام) ٢- السيرة النبوية أ. العنوان

ديوي ٢٤٠ ١٤٢٨/٣١٤

رقم الإيداع: ١٤٢٨/٣١٤

٤-٧-٩٨٤٩-٩٩٦٠

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

● طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221

● سویلم فون: 2860422 1 00966 ● جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270

● مدینہ منورہ موبائل: 503417155 00966 فیکس: 8151121 ● خمیس مشیط فون: 2207055 7 00966 موبائل: 0500710328

● الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 ● ینبع البحر موبائل: 0500887341

شارجہ فون: 5632623 6 00971 **امریکہ** ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001

لندن فون: 4885 539 208 0044 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ موُن مارکیٹ اقبال ٹاؤن۔ لاہور فون: 7846714

کراچی شوروم Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ کراچی

فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937 Email: darussalamkhi@darussalampk.com

اسلام آباد شوروم F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 051-2500237

محبت کی حقیقت
فضیلۃ الشیخ سمیر حلبی
ترجمہ: حافظ محمد امین
دارالسلام
DARUSSALAM

نام کتاب : محبّت کی حقیقت

مصنّف : فضیلۃ الشیخ سمیر حلبی

منتظمِ اعلیٰ : عبدالمالک مجاہد

مجلسِ انتظامیہ : حافظ عبدالعظیم اسد (مینجر دارالسلام لاہور) محمد طارق شاہد

مجلسِ مشاورت : حافظ صلاح الدین یوسف ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر پروفیسر محمد یحییٰ مولانا محمد عبدالجبار

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن : زاہد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)

خطاطی : اکرام الحق

اشاعتِ اوّل : 2007

فہرست مضامین

باب 2
محبت کی قسمیں

باب 3
جذباتی محبت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تعریف کے لائق ہے اللہ پروردگار عالم کی وہ ذات کہ جس کے نور محبت سے ایمان والے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں اور جس کے فیضان رحمت سے مطمئن روحیں تسکین پاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہوں اس مقدس خاتم النبیین ﷺ پر جسے تمام جہانوں کے لیے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ سلامتی ہو آپ کی آل پر، صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور آپ کے دین کی پیروی کرنے والوں پر۔

عرض ناشر

محبت نہایت بیش بہا فطری جذبہ ہے۔ یہ جذبہ دبایا بھی جا سکتا ہے، اس کا رخ بھی موڑا جا سکتا ہے مگر اسے فنا نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس جذبے کو مہذب بنانا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں یہ جذبہ اس لیے ودیعت فرمایا تا کہ انسان کی زندگی کے اندھیرے محبت کی روشنی میں چھپ جائیں، وہ زمانے اور زندگی کے طوفانوں میں ثابت قدم رہے اور اپنے فرائض عظیمہ دلجمعی اور خوش اسلوبی سے انجام دے سکے۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کے لیے خود اپنی ہی ذاتِ عالی کو مرکزِ محبت ٹھہرالیا اور اعلان فرمایا کہ ایمان والے وہی لوگ ہیں جو میرے ہی جمالِ بے مثال پر ریجھ گئے ہیں اور سب سے زیادہ مجھی سے محبت کرتے ہیں۔

یہ صدائے محبت ہمارے اسلاف نے سنی تو وہ ہر طرف سے کٹ کر محبوبِ حقیقی ہی کے ہو گئے۔ انھوں نے اپنا دل ربِ ذوالجلال کو دے دیا۔ جب وہ اللہ کے ہو گئے تو اللہ بھی ان کا ہو گیا۔ یوں ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ ان کی راتیں اللہ کی یاد میں بسر ہونے لگیں اور دن کو وہ گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر میدان جہاد میں فتوحات کے جھنڈے گاڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت نے انھیں ایسی قوت و صلابت اور دلیری و دانائی عطا کر دی کہ ساری دنیا ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونجنے لگی۔ وہ صحرائے عرب سے فتح کے پرچم لہراتے ہوئے نکلے تو یورپ میں اسپین، ایشیا میں سمرقند و کاشغر اور قدیم ہندوستان کے شہر ملتان تک پھیل گئے۔

ان کے مقابلے میں آج ہماری کیا حالت ہے؟ افسوس! ہمارے دل اپنے خالق و مالک کی یاد سے خالی ہو گئے۔ ہمارا محبوب، معبود، مسجود اور مقصود ہی بدل گیا۔ ہم شاہِ خوباں، رب دوجہاں کے بجائے دولت، حکومت اور عورت کے پجاری بن گئے۔ اعمالِ بد کا طوفان اُٹھا تو نتائج کا رُخ بھی بدل گیا۔ کل تک ہماری فتوحات کا سیلِ رواں کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا تھا، آج ہم خود اپنے گھر کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔ طاغوتی طاقتیں ہماری بستیوں میں گھس آئی ہیں۔ آتش و آہن کی بارش ہو رہی ہے۔ ظلم وستم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ ہمارے آشیانے سلگ رہے ہیں اور ہمارے کلمہ گو بھائیوں، بہنوں اور بچوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ سانپوں اور بچھوؤں کو اپنے بلوں میں امن نصیب ہے مگر مسلمان کے لیے کوئی جائے امان نہیں، ہر جگہ مسلمان کی پٹائی ہو رہی ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا یہ اللہ رب العزت سے بے وفائی اور غیر اللہ سے محبت کا نتیجہ نہیں؟

ملال یہ ہے کہ ہم اب بھی غیر اللہ کی محبت میں غرق ہیں۔ خاص طور پر ہمارے نوجوانوں کی پستی بہت ہی افسوسناک ہے۔ کبھی ہماری تاریخ کے ایوانوں میں خالد بن ولید، طارق بن زیاد، عقبہ بن نافع اور محمد بن قاسم کے نام گونجتے تھے۔ جنھوں نے باطل کی فوجوں کو روند ڈالا تھا۔ بھلا آج کے قابل رحم نوجوان باطل طاقتوں سے کس طرح لڑ سکتے ہیں؟ وہ تو خود اپنے نفس کے مطالبوں ہی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی تاریخ، اپنی تہذیب، اپنے علوم اور اپنی اعلیٰ قدروں ہی سے بے خبر ہیں۔ ان کی روح بیمار ہے۔ ان کے چہرے بے نور ہیں۔ ان کے رخسار پچکے ہوئے ہیں۔ ان کی آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں۔ ان کے بازو شل ہیں۔ ان کے حوصلے گرے ہوئے ہیں۔ ان کی اکثریت وارداتِ شباب کا شکار اور نفسانی محبت میں گرفتار ہے۔

قوموں کے مستقبل کی باگیں نوجوانوں ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ نوجوان ہی کمزور رہیں گے تو توانا کون رہے گا؟ دارالسلام اس صورت حال کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ پوری

امتِ مسلمہ خاص طور پر نوجوانوں کو قرآن وسنت کی شاہراہِ ہدایت پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے۔
زیرنظر کتاب ''المحبة'' اسی آرزومندی کا مظہر ہے۔ یہ گرانمایہ کتاب شام کے فاضل اجل علامہ سمیر حَلَبی نے لکھی ہے۔ اور اردو میں اس کا بامحاورہ، رواں دواں ترجمہ ممتاز عالم شیخ الحدیث حافظ محمد امین ﷾ نے کیا ہے۔ اس کتاب نے جذبۂ محبت کے تمام نقاب الٹ دیے ہیں، وارداتِ عشق کے سارے بھید کھول دیے ہیں اور ایک ایک جز سمیت پوری تفصیل سے بتا دیا ہے کہ محبت کیا چیز ہے؟ محبت کی کتنی قسمیں ہیں؟ محبت کیوں ہو جاتی ہے؟ محبت کس سے ہونی چاہیے؟ محبت کا اصل حقدار کون ہے؟ نوجوانوں کو نفسانی محبت کا روگ کیوں لگ جاتا ہے اور اس روگ سے چھٹکارا پانے کا کیا طریقہ ہے؟

فاضل منصف نے زور دیا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد کو قرآن وسنت سے رہنمائی لینی چاہیے۔ قرآن وسنت نے صنفی رجحان ومیلان کی تسکین کے لیے نکاح کا بابرکت طریقہ تجویز کیا ہے۔ جونہی کوئی لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جائے، اس کی کسی دیندار گھرانے میں شادی کر دی جائے۔ اس طرح قلب ونظر کی پاکیزگی کا اہتمام ہوگا اور دو ہستیوں کی رفاقت سے زندگی کے کٹھن کام آسان ہو جائیں گے، یوں نوجوان اعلیٰ مقاصد کے لیے بلند پایہ کام کر سکیں گے۔

فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ جو نوجوان روغنی چہروں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں، ان کی محبت درحقیقت دماغی معصیت اور ذہنی آوارگی ہے۔ انھیں توبہ کرنی چاہیے اور اس مقدس پروردگار سے محبت کرنی چاہیے جس کے جمالِ جہاں آرا سے بڑھ کر دنیا وآخرت میں کوئی زیبائی نہیں۔ جونہی وہ سچے دل سے توبہ کریں گے اور علم وعمل کی راہ پر آگے بڑھیں گے، اللہ تعالیٰ انھیں پھر سے اپنے انعامات کے لیے چن لے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ.

یہ کتاب دارالسلام لاہور کے مدیر عزیزی حافظ عبدالعظیم اسد کی ہمہ جہت نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ ادارے کے ریسرچ فیلو مولانا محمد عثمان منیب، مولانا محمد فاروق اور جناب

احمد کامران نے اس کی ترتیب وتصحیح کا حق ادا کیا۔ جناب زاہد سلیم چوہدری ، ابومصعب اور ہارون الرشید کی تزئین وآرائش نے کتاب کو چار چاند لگا دیے۔ اللہ تعالیٰ ان سب رفقائے کار کی مساعیٔ جمیلہ قبول فرمائے اور اس کتاب کو سب کی رہنمائی کے لیے مینارۂ نور بنا دے۔ آمین !

خادم کتاب وسنت
عبدالمالک مجاہد
مدیر : دارالسلام الریاض، لاہور

ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ / جنوری ۲۰۰۷ء

مقدمہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ محبت ہی زندگی کی اساس اور محبت ہی وجود کائنات کا جوہر ہے، محبت ہی عبادت کی جان اور محبت ہی انسانوں کے باہمی تعلق کی بنیاد ہے اور محبت ہی اشیاء کے درمیان ربط کا ذریعہ ہے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں ہونے والی ہر حرکت محبت ہی کے سبب سے ہے۔

گویا محبت کے آثار ونتائج اس کے ظاہری الفاظ اور لغوی مفہوم سے ماوراء ہو کر سارے آفاق میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ محبت ہی وجود کا راز ہے کیونکہ انسان کا اپنے پروردگار سے تعلق محبت کی بنیاد پر قائم ہے اور انسانوں کا اپنے گردوپیش کے ماحول سے ربط و تعلق بھی محبت ہی کی اساس پر استوار ہے۔ محبت کی حدت اللہ تعالیٰ کی عبادت کا جذبہ پیدا کرتی ہے اس کے نتیجے میں ہم اللہ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور اس کا پیغام پھیلاتے ہیں۔ اسی جذبے کے تحت ہم اپنے بھائی بندوں سے اللہ کے لیے تعلق قائم کرتے ہیں، اسی بنا پر ''انانیت'' دب جاتی ہے اور ''ایثار'' نمایاں ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں تواضع اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔

محبت ہی سے زندگی رواں دواں ہے کیونکہ کسی بھی کام سے محبت انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اسے خوبی اور خلوص سے سرانجام دے اور علم سے محبت اس کو علم کے ابلاغ اور اس کی

حمایت وتائید کا خوگر بناتی ہے۔

قرآن کریم اور سنت نبوی نے بھی محبت کے فروغ اور اس کے فیض وفضیلت کے بیان کی طرف خصوصی توجہ فرمائی ہے۔قرآن کریم میں مادہ ''حب'' اپنے مختلف مشتقات کی صورت میں بانوے مقامات پر مذکور ہے، اسی طرح بہت سی احادیث سے عیاں ہوتا ہے کہ مومنین کے دل محبت ہی سے شاد وآباد رہتے ہیں۔ اور ان کی انانیت پر محبت ہی کی مضبوط گرفت ہوتی ہے وہ اپنے خالق و مالک سے اس قدر قلبی لگاؤ رکھتے ہیں کہ اس کی ہر پسندیدہ چیز سے محبت کرتے ہیں اور اس کی ہر ناپسندیدہ چیز سے نفرت کرتے ہیں۔

محبت کیا ہے؟ اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟ محبت کی کتنی قسمیں ہیں؟ اس کی کیا کیا نشانیاں ہیں؟ ان تمام سوالات کا مفصل جواب میں نے اگلے صفحات پر پھیلا دیا ہے۔

اس بحث کے تین ابواب ہیں۔

پہلے باب میں، میں نے مختلف اعتبارات سے محبت کا بیان کیا ہے۔

لغوی اعتبار سے میں نے ماہرین لغت کے بیان کردہ محبت کے معنی، اس کے مترادفات، درجات ومراتب اور اس کے انواع واقسام نقل کیے ہیں۔

دینی لحاظ سے میں نے بعض فقہاء وعلماء کے نزدیک محبت کے معنی، اس کی شرائط اور احکام بیان کیے ہیں۔

تصوف کے نقطہ نظر سے میں نے محبت کے بارے میں بعض صوفیاء کی آراء نقل کی ہیں۔ اور ان کی ان اصطلاحات کا بھی ذکر کیا ہے جو مبالغے اور اسراف کی حد تک محبت کے اصلی معنی ومفہوم سے مختلف ہیں۔

علمی اعتبار سے میں نے فلاسفہ سے محبت کی تعریف وتفسیر بیان کی ہے اور اس میں تفسیر پر وارد ہونے والے اعتراضات کا بھی جائزہ لیا ہے۔

معاشرتی لحاظ سے میں نے محبت کے بارے میں علمائے شہریت کا نقطۂ نظر بیان کر کے اس کا جائزہ لیا ہے۔

دوسرے باب میں محبت کی اقسام کا بیان ہے۔

اس سلسلہ میں، میں نے اپنی بحث کو تین قسموں تک محدود رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت: اس کے تحت رسول اللہ ﷺ کی محبت، فرشتوں کی محبت، اللہ تعالیٰ کا تقرب، توبہ و استغفار، عدل، صدق اور امانت، کسرِ نفسی، نرم دلی، حیا، انفاق فی سبیل اللہ، مصائب میں صبر و حوصلہ مندی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق جیسے موضوعات زیرِ بحث آتے ہیں۔

حب رسول اللہ ﷺ: اس ضمن میں احیائے سنت، آپ ﷺ کے محبوب اشخاص اور مرغوب اشیاء سے محبت کا تذکرہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں، مثلاً: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انداز محبت، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا ذوق محبت اور حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت۔

اللہ کے بندوں سے محبت: اس حوالے سے پر خلوص دوستی، محبت کا اظہار اور اس کے عملی مظاہر، سلام و آداب، باہمی ملاقات، بیماروں کی مزاج پرسی، خندہ پیشانی سے ملنا، خوش دلی، مہمان نوازی، قبول دعوت، مدد و تعاون، پریشانی کا ازالہ، خیر خواہی اور صحیح مشورہ جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

تیسرا اور آخری باب جذباتی عشق یا صورتی عشق کے بارے میں ہے سب سے پہلے میں نے اسلام میں جذباتی عشق کی حیثیت کا ذکر کیا ہے، پھر اس عشق کے دینی اور معاشرتی نتائج و اثرات کا جائزہ لیا ہے، پھر جذباتی عشق کے صحیح استعمال کی بحث کی ہے۔ اور آخر میں میں نے حدیث عشق (جسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے) کے بارے میں علمائے

حدیث کے چند تبصرے نقل کیے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور توفیق کا خواستگار ہوں کیونکہ وہی بہترین ساتھی اور مددگار ہے۔ وہی توفیق دینے والا ہے۔ اسی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے اور صرف وہی ہے جس پر بھروسا کیا جاسکتا ہے۔

سمیر حلبی

باب
1

محبت کا مفہوم

''قاموس'' میں لکھا ہے:

''حُبّ'' کا مطلب محبت ہے۔ حِباب، حِبّ، مَحَبّة، حُباب کے بھی یہی معنی ہیں۔ جس سے محبت کی جائے اسے مَحْبُوب کہتے ہیں۔ مُحَبّ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح محبوب کو حَبِیب، حُبَاب، حِبّ اور حُبَّة بھی کہا جاتا ہے۔ حِبُّ (محبوب) کی جمع أَحْبَاب، حِبَّان، حُبُوبٌ اور حَبَبَة آتی ہے۔

''لسان العرب'' میں یوں لکھا ہے:

''حُبّ، کا مقابل بُغض ہے۔ حُبّ کے معنی پیار و محبت ہیں۔ حُبّ کو حِبّ بھی کہا جاتا ہے۔ محبت کرنے والے کو مُحِبّ کہا جاتا ہے۔ جس سے محبت کی جائے اسے مَحْبُوب یا مُحَبّ کہتے ہیں۔''

علامہ مدین بن عبدالرحمٰن قوصونی لکھتے ہیں:

''حُبّ'' کے معنی محبت و پیار ہیں۔ حِبّ، مَحَبَّه، تَحَابّ اور تو ادّ بھی اسی مفہوم میں ہیں۔ حَبِیب، حِبّ اور حُبَّه، محبوب کو کہتے ہیں۔ مَحَبَّت، یا تو حَبَّةُ القَلْب،

(دل کے بیچ میں ایک دانہ) سے مشتق ہے کیونکہ محبت اس دانے تک پہنچ جاتی ہے۔

محبت نام ہے اس رجحان اور میلان کا جو ایک فریفتہ دل میں ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ یا محبوب کی ہر خواہش کو پورا کرنے کا نام ہے اور یہ کہ محبوب کو ہر سانس کے ساتھ یاد کیا جائے یا یہ کہ محبّ محبوب کی یاد میں دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جائے۔"

اہلِ لغت نے اس مادہ کے فروعات، مشتقات، مترادفات اور مراتب و درجات کی تلاش و جستجو میں بڑی محنت کی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

محبت کے مختلف نام

محبت، علاقہ (تعلق)، هَوٰی، صَبْوَہ، صَبَابہ، شَغَف، مِقَہ، وَجْد، کَلَف، تَتَیُّم، عِشق، جَوٰی، دَنَف، شَجو، شَوق، خِلابة، بَلابِل، تباریح، سَدَم، غَمَرات، وَھَل، شَجَن، لَاعِج، اکتئاب، وَصَب، حُزْن، کَمَد، لَذع، حُرَق، سُهْد، أَرَق، لَهْف، حَنِين، استِكَانَة، تَبَالة، لَوعَة، فُتُون، جُنُون، لَمَم، خَبْل، رَسِيس، داء مُخَامِر، وُدّ، خُلّة، خِلم، غَرَام، هُيَام، تَدْلِيه، وَلَه اور تَعَبُّد۔

محبت کی ترتیب و تفصیل

محبت کا پہلا مرتبہ هَوٰی ہے، پھر عِلَاقه ہے جس کے معنی ہیں، ایسی محبت جو دل میں پیوست ہو جائے، پھر کَلَف ہے اس کے معنی انتہائی محبت کے ہیں، پھر عشق ہے جو محبت کی اصل مقدار سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد شغف ہے اس سے مراد ہے کہ محبت سے دل میں سوزش برپا ہو لیکن ساتھ ساتھ لذت بھی محسوس ہو۔ لَوعہ اور لاعِج بھی انھی معنوں میں ہیں۔ فرق یہ ہے کہ لوعہ سوزش قلب کو کہتے ہیں اور لاعج اس محبت کو جو اس سوزش کا سبب ہے۔ اس کے بعد شَغَف کا مرتبہ ہے اس کا معنی ہے کہ محبت دل کی شغاف سطح (جھلی جو دل

کے اوپر ہوتی ہے) تک پہنچ جائے، پھر جَوی کا مرتبہ ہے جو پوشیدہ محبت کو کہتے ہیں، پھر تَتیُّم یا تَیَم کا مرتبہ ہے کہ محبت اسے اپنا بندہ بنا لے پھر تبَل ہے کہ محبت بیمار کر دے۔ اس کے بعد تَدلِیه کا درجہ ہے کہ محبت سے عقل بھی جاتی رہے۔ اس کے بعد ھُیُوم کا مرتبہ ہے کہ محبت کی دنیا ہی الگ ہو جائے اور اسے غلبۂ محبت کی وجہ سے اردگرد کا ہوش ہی نہ رہے۔

محبت کے درجات

- پہلا درجہ استحسان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والا کسی صورت کو خوبصورت سمجھے یا اس کے اخلاق و عادات کو اچھا سمجھے۔ اسے تَصادَق بھی کہا جاتا ہے۔
- دوسرا درجہ إِعجَاب ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دیکھنے والا اس خوبصورت چیز یا شخص کے قرب کا آرزومند ہو۔
- تیسرا درجہ کَلَف ہے، یعنی اکثر اوقات دل میں اس کا تصور رہے۔ اسے غزل میں عشق کہا جاتا ہے۔
- چوتھا درجہ شغف ہے۔ گویا کھانا پینا اور سونا تقریباً ختم ہو جائیں۔ بسا اوقات اس کے نتیجہ میں بیماری، جنون بلکہ موت تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ محبت کا انتہائی درجہ ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔

محبت کی اقسام

محبت کی 13 اقسام ہیں: ① مُحبَّت ② مَودَّت ③ مِقَة ④ خُلّت ⑤ مُصافاة ⑥ مُصَادقة ⑦ إخلاص ⑧ خِدَانَة ⑨ أُلفت ⑩ مُسَامَرة ⑪ أُنس ⑫ خِلطت ⑬ عِشرَت

مندرجہ بالا ترتیب کے مطابق محبت کرنے والے کو ①حبیب ② وَدِید ③ وَمِیق ④خلیل ⑤ صَفِی ⑥ صدیق ⑦ خلیص ⑧ خَدِین ⑨ أَلِیف ⑩ سَمِیر ⑪ أَنِیس ⑫ خَلِیط اور ⑬ عَشِیر کہا جاتا ہے۔

محبت کے انداز

محبت کے تمام انداز ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔اس کی نشانی یہ ہے کہ محبوب سے رغبت ہوتی ہے اور اس کی مخالفت بُری محسوس ہوتی ہے۔محبت کے عوض محبوب سے بدلے کی خواہش ہوتی ہے اور وہ خواہش ہر شخص کے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ اغراض و مقاصد طلب کی کمی بیشی کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ایک محبت ایسی بھی ہوتی ہے جس کا واحد مقصد اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہے۔

دینی مفہوم

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محبت عبادت کا خلاصہ اور عبودیت کا مغز ہے۔اللہ تعالیٰ کا محبّ وہی ہوسکتا ہے جو اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرے اور آپ کی پیروی اور اطاعت عبودیت کے بغیر ممکن نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''العبودیة'' میں محبت کا مفہوم تفصیل سے بیان کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت پہلی امتوں کے مقابلے میں بہت کامل ہے اور ان کی عبودیت بھی اُن کے مقابلہ میں مکمل ترین ہے۔

ان کا خیال ہے کہ لفظ عبودیت انتہا درجے کی عاجزی اور محبت کو کہا جاتا ہے، کیونکہ عربی میں قلبِ مُتیَّم اس دل کو کہا جاتا ہے جو محبوب کا غلام ہو۔''مُتیَّم'' غلام کو اور ''تیمُ اللّٰہ'' اللہ کے بندے کو کہا جاتا ہے۔

انھوں نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ جس عبادت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس میں ذلت، یعنی عاجزی اور محبت کے معنی پائے جاتے ہیں، لہٰذا عبادت کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور انتہا درجے کی محبت کے اظہار کے ساتھ غایت درجہ عاجزی بھی ظاہر کی جائے کیونکہ محبت کا آخری درجہ تَتَیُّم ہے اور ابتدائی درجہ علاقہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دل محبوب سے متعلق ہو جاتا ہے۔ دوسرا درجہ صَبابہ ہے کیونکہ دل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد غَرام کا مرتبہ ہے، یعنی ایسی محبت جو دل کے اندر جاگزیں ہوگئی ہو۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عبادت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی محبت ہے بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے محبت ہے۔ اس کے علاوہ کسی سے محبت نہ ہو۔ اگر کسی سے ہو تو محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے صرف اسی کی خاطر ہو۔''

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کامل محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے محبت کی جائے کیونکہ جب تک کسی اور کی طرف توجہ رہے گی، دل کا کوئی نہ کوئی گوشہ غیر اللہ کی طرف ضرور متوجہ رہے گا اور جس قدر غیر اللہ میں مصروفیت ہوگی اسی قدر اللہ تعالیٰ کی محبت میں کمی ہو جائے گی۔''

علامہ ابنِ حزم اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''محبت کی ابتدا مذاق اور دل لگی سے ہوتی ہے مگر انتہا بامقصد ہوتی ہے اور اس کی حقیقت اس قدر دقیق اور پیچیدہ ہے کہ بیان نہیں کی جا سکتی، درحقیقت یہ تجربے اور مشاہدے کی چیز ہے۔ دین و شریعت میں یہ کوئی بُری چیز نہیں کیونکہ دل تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہوتے ہیں۔''

پھر وہ فرماتے ہیں:

''محبت میں سب سے افضل بات یہ ہے کہ انسان پاک باز رہے، گناہ کے ارتکاب سے بچے، اپنے خالق و مالک کی طرف سے ملنے والی جنت کی جزا سے محروم نہ رہے، بے پناہ احسان کرنے والے پروردگار کی نافرمانی نہ کرے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم عنایت اور احسان ہے کہ اُس نے اُسے اوامر ونواہی پر مشتمل اپنی ہدایت کا اہل سمجھا، اس کی طرف اپنے رسول بھیجے اور اپنے مقدس کلام سے اُسے نوازا۔''

کسی نے امام ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی بہت خوبصورت دوشیزہ سے عشق ہو جائے تو کیا وہ اس کے منہ، آنکھوں یا رخسار کو بوسہ دے سکتا ہے؟ یا اس سے گلے مل سکتا ہے، جب کہ اس کے دل میں بدکاری وغیرہ کا تصور موجود نہ ہو؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا:

''یہ تمام چیزیں ہماری شرع میں حرام ہیں کیونکہ ان کی بنیاد شہوت ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بلائے عشق سے شفا کی دعا کرے تا کہ عذابِ عشق سے بچ سکے، نیز صبر سے کام لے، اپنے عشق کا اظہار بھی نہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکباز بھی رہے اگر پاک بازی اور صبر کی حالت میں اُسے موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا، اور اسی طرح کی نعمتیں اسے جنت میں عطا فرمائے گا۔''

محبت کا تصوّف آمیز مفہوم

علامہ کاشانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اصل محبت ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت ہے جس میں کسی اور چیز کا شائبہ تک نہ ہو۔ یہی محبت تمام قسم کی محبتوں کی بنیاد ہے، دو اشخاص کے درمیان محبت یا تو اس لیے ہوتی ہے کہ ان میں خیالوں کی ہم آہنگی اور ذاتی مناسبت پائی جاتی ہے یا اس لیے کہ وہ

دونوں کسی صفت، مرتبہ، حالت یا عمل میں مشترک ہیں۔''

حکیم ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''محبت میں ایسی مٹھاس ہے جو نفس کی کڑواہٹ ختم کر دیتی ہے۔''

علامہ حسن بصری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

''مومن اپنے رب تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔ وہ اپنے رب سے محبت کرتا ہے تو اس کا رب اس سے محبت فرماتا ہے۔ وہ اپنے مالک کی خاطر غصے میں آتا ہے تو اس کا مالک اس کی خاطر غصے میں آجاتا ہے، لہٰذا مومنوں کو تکلیف نہ دو کیونکہ جو انھیں تکلیف دے گا، اللہ تعالیٰ اسے تکلیف میں ڈال دے گا۔''

حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دینا اس بات کی دلیل ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اللہ سے محبت کرنے والا دنیا کی لذت نہیں پاتا اور ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔''

حضرت عامر بن عبد قیس رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''میں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت کی ہے جس نے میری ہر مصیبت آسان کر دی اور مجھے ہر حال پر راضی کر دیا، جب مجھے اُس سے محبت ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں کہ میرے شام و سحر کس حال میں بسر ہوتے ہیں۔''

امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''محبت ایک عظیم خوبی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے اس پر گواہ ہے۔ اس نے خود اپنے بندے سے محبت کی خبر دی ہے۔ اللہ بھی محبت کرتا ہے اور بندہ بھی۔ دونوں ایک دوسرے کے محبوب ہیں۔''

حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"محبت یہ ہے کہ تو اپنے کثیر کو قلیل اور اپنے محبوب کے قلیل کو کثیر سمجھے۔"

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"محبت یہ ہے کہ تو محبوب کی اطاعت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لے اور اس کی مخالفت چھوڑ دے۔"

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا:

"محبت یہ ہے کہ محبت کرنے والے میں اپنی صفات کے بجائے محبوب کی صفات پیدا ہو جائیں۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کا ذکر اس قدر غالب ہو کہ ہر وقت دل میں محبوب کی صفات ہی کا تذکرہ ہو اور اپنی صفات کی طرف کوئی دھیان نہ ہو، نہ اس کا احساس ہو۔"

حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

"محبت موافقت اور ہم آہنگی کا دوسرا نام ہے۔"

حضرت ابوعبداللہ قرشی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو مکمل طور پر محبوب کے سپرد کر دے اور تیرے پاس تیرے وجود کا کوئی حصہ باقی نہ رہے۔"

قسم ہے مالکِ حقیقی کی، یہی وہ خالص ایمان اور حقیقی زہد ہے جو نبوت کے صاف اور میٹھے چشمے سے پھوٹتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

«ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ

إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ»

"تین صفات جب کسی شخص میں پیدا ہو جائیں تو وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرنے لگتا ہے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جائیں، دوسرے یہ کہ وہ جس سے بھی محبت کرے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے کرے اور تیسرے یہ کہ اسے آگ میں چھلانگ لگا دینا کفر کی طرف منہ کرنے سے زیادہ پسند ہو۔"[1]

البتہ تصوف کے بعض داعی ایسے مبالغات میں گرفتار ہوئے کہ شریعت سے بہت دور جا پڑے اور حد سے تجاوز کر گئے، ان کے نزدیک محبت طلسم اور جادو کے قبیل سے کوئی چیز ہے، اس محبت کے انھوں نے عجیب وغریب مراتب و درجات مقرر کر لیے، اس طرح وہ حقیقت چھوڑ کر رسوم کے پجاری بن گئے اور جو ہر محبت سے خالی ہو گئے۔

چاہیے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی رضا مندی کے حصول اور اس کی اطاعت اور جنت میں داخلے کا ذریعہ بنے مگر بہت سے صوفیاء اس کے بجائے صرف محبت کو مقصود سمجھ بیٹھے اور محبت ہی ان کی تمام کوششوں اور امیدوں کا مرکز بن گئی۔ اس طرح وہ اعمال سے دست بردار ہو گئے، اور محبت کا دعویٰ ان کے لیے شریعت کی پابندیوں سے فرار کا بہانہ بن گیا۔

فزیالوجی کے ماہرین نے محبت کی عجیب تفسیر و توجیہ کی ہے۔ ان کے نزدیک یہ ایک نفسیاتی تقاضا ہے جس کا تعلق چند جسمانی غدودوں سے ہے۔

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب حلاوة الإيمان، حديث: 16، و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان خصال......، حديث: 67.

یہ لوگ محبت کا تجزیہ ایک جسمانی عامل کے طور پر کرتے ہیں۔ اس نظریے کے قائل لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ فزیالوجی کے اصول انسان کے تمام روحانی مظاہر، مثلاً: محبت، کراہت، خودی اور جذبۂ غیرت کی بھرپور تشریح کرتے ہیں۔

معاشرتی مفہوم

شہریت کے ماہرین کے نزدیک محبت ایک معاشرتی عمل ہے جو ہر شہری میں پایا جاتا ہے کیونکہ وہ اکیلا نہیں رہ سکتا۔

یہ لوگ محبت کو ایک معاشرتی جذبہ سمجھتے ہیں جس پر انسانی آبادی کی بقا کا مدار ہے۔ وہ اسے ایسا معاشرتی عمل قرار دیتے ہیں جس میں ایک فرد جماعت کے سامنے سپر انداز ہوتا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک محبت ایک حیوانی یا زیادہ سے زیادہ نفسیاتی جذبہ ہے جو علم الإحیاء یا علم النفس کے موضوع میں شامل ہے۔

ان کے نزدیک محبت کا تعلق نکاح، نسب، وِراثت، رشتے، خاندان اور اولاد وغیرہ سے ہے۔ اسی بنا پر انھوں نے محبت کو صرف افزائش نسل اور نوعِ انسانی کی بقا کا ذریعہ شمار کیا ہے۔ اس نظریے کے ماننے والے یہ حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ ہر محبت کا انجام شادی و نکاح نہیں ہوتا۔ بسا اوقات محبت یک طرفہ ہوتی ہے جو اس معاشرتی مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتی۔

باب
2

محبت کی قسمیں

اللہ تعالیٰ کی محبت

جب کسی مشکل وقت میں بندہ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو کر اسے پکارتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے پروردگار کے ساتھ اسبابِ محبت کو مضبوط بناتا ہے، اپنی دُعا سے اپنے خالق و مالک کی رضا کو جوش دلاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا اُمیدوار ہوتا ہے، وہ اپنی اطاعت، عاجزی، محبت، قربت اور رجوع الی اللہ کا اعلان کرتا ہے۔ جب بندہ بار بار اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے جس نے اس پر انعامات کی بارش کی ہے تو دراصل وہ اس کی محبت اور حمد کے ترانے گاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسے یاد رکھتا ہے، اس کی اطاعت کا شوق رکھتا ہے اور اس کے شکر و عبادت کا فریضہ بطریق احسن ادا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان والے دلوں کو آباد رکھتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور دنیا سے بے نیازی کی صورت میں ایمان کی مٹھاس محسوس کرتے ہیں، اسی طرح نافرمانی اور گناہوں سے بچتے رہتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللهُ

وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ»

''تین چیزیں جس شخص میں پائی جائیں وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرنے لگتا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، دوسرے یہ کہ جس سے بھی محبت کرے اللہ تعالیٰ کے لیے کرے، تیسرے یہ کہ کفر اختیار کرنے کو آگ میں کود پڑنے سے بھی زیادہ برا خیال کرے۔''[1]

ڈاکٹر عزت علی عطیہ نے لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ کی محبت ہر بندے پر واجب ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ جس قدر اللہ کی محبت کسی شخص میں زیادہ ہو اس کا ایمانی مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اور بالآخر اسے ایمان کی مٹھاس محسوس ہونے لگتی ہے۔''

استاذ عبدالسلام شاذلی نے یہی بات یوں بیان کی ہے:

''جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی محبت ہر مومن اور مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس دل میں ایمان نفوذ نہیں کر سکتا جو ان ہستیوں کی محبت سے خالی ہو۔ اور جو شخص ان سے محبت نہ رکھے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتا، چنانچہ ضروری ہے کہ وہ ان کی محبت میں فنا ہو جائے اور کسی دوسری چیز کو ان پر ترجیح نہ دے۔''

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

[1] صحیح البخاري، الإیمان، باب حلاوة الإیمان، حدیث: 16، وصحیح مسلم، الإیمان، باب بیان خصال......، حدیث: 43.

’’اللہ و رسول کی محبت سے مراد عقلی محبت ہے، یعنی اس چیز کو ترجیح دی جائے جو عقل کا تقاضا ہو، چاہے وہ ذاتی خواہش کے خلاف ہی ہو جیسے ایک بیمار شخص طبعًا دوا سے نفرت کرتا ہے مگر عقلی تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے دوا کھا لیتا ہے۔‘‘

جب انسان اس بات پر غور وفکر کرتا ہے کہ اگر شریعت کسی چیز کا حکم دے یا کسی کام سے روکے تو اس میں لازماً کوئی دنیوی مفاد یا اخروی فائدہ ہوتا ہے کیونکہ عقل طبعی طور پر مفید چیز کی طرف مائل ہوتی ہے تو وہ شریعت کی پابندی کا عادی بن جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی خواہش شریعت کے تابع ہو جاتی ہے اور اس سے وہ بے پناہ ذہنی تسکین محسوس کرتا ہے۔

جب کوئی بندہ اپنے رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنا لیتا ہے اور اس کی محبت اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور ذہن میں اس کی قبولیت پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَحَبَّ اللهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ»

’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت کر، چنانچہ جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان والوں میں اعلان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ آسمان والے اس سے محبت شروع کر دیتے ہیں، پھر زمین والوں میں بھی اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔‘‘ [1]

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب: المقة من الله، حديث:6040، ومسند أحمد:267/2.

اللہ تعالیٰ کی محبت نفس کو مہذب بناتی ہے، روح کو بلند کرتی ہے، عزم کو قوت بخشتی ہے، خصائل کو پاکیزہ بناتی ہے، اس لیے انسان ہر ایسے عمل کا خواہش مند ہوتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کرے اور ہر اس کام سے دور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہے۔ اس طرح وہ دنیا سے بے رغبت ہو جاتا ہے، آخرت پر اس کا یقین بڑھ جاتا ہے اور فانی دنیا کے عوض آخرت کے ثواب کا طلب گار بن جاتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا کام بتایئے جسے کرنے سے اللہ تعالیٰ اور لوگ مجھ سے محبت کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ»

''دنیا سے بے رغبت ہو جا، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا اور لوگوں کے مال سے بے رغبت ہو جا، لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔''[1]

جب بندہ اپنے رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو اس کے ذکر سے بھی محبت کرتا ہے۔ اس کی عبادت باقاعدگی کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کی نافرمانی سے منہ موڑ لیتا ہے۔ ہمہ وقت اس کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ صدق کا متلاشی رہتا ہے اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے مخلص ہو جاتا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے غصہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے ناراض ہوتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ»

[1] سنن ابن ماجه، الزهد، باب الزهد في الدنيا، حديث: 4102

”سب سے افضل کام یہ ہے کہ محبت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور ناراضی ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے۔“ [1]

اس وقت اس کی اپنی ذات اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلے میں بے وقعت ہو جاتی ہے اور نفس کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت میں بدل جاتی ہے، پھر وہ اللہ کی محبت ہی کی وجہ سے کسی چیز سے محبت کرتا ہے یا کسی چیز سے بغض رکھتا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ، وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَعْطَى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ»

”جو شخص محبت کرے تو اللہ کے لیے، بغض رکھے تو اللہ کے لیے، دے تو اللہ کے نام پر، نہ دے تو اللہ کی رضا مندی کے لیے، اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔“ [2]

اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامات

اللہ تعالیٰ کی محبت کی کچھ ایسی علامات ہیں جنھیں کوئی شخص اپنائے گا تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا شرف حاصل کر لے گا اور دنیا و آخرت کی نیک بختی سے سرفراز ہو گا۔ وہ علامات یہ ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت: محبتِ رسول کی بنیاد دراصل اللہ تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب جہانوں کے لیے ہدایت و رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ سے محبت رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پختہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں آپ کی محبت و اطاعت کا حکم فرماتا ہے اور اسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اسلام و ایمان کی بنیاد قرار دیا ہے۔

[1] سنن أبي داود، السنة، باب مجانبة أهل الأهواء وبغضهم، حديث:4599.

[2] سنن أبي داود، السنة، الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه، حديث:4681، وجامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث:اعقلها وتوكل...... ، حديث:2521.

فرشتوں سے محبت: فرشتوں سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی محبت کا حکم دیا ہے۔ قرآنِ کریم میں صراحت ہے کہ فرشتوں سے دشمنی رکھنا دراصل اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھنا اور کفر ہے۔ اور جو شخص ان سے دشمنی رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دوچار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾

''جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے وہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کافروں کا دشمن ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کے قرب کی کوشش: اللہ تعالیٰ کے قرب میں نفس کا سکون، دل کی راحت اور ایسا سرور ہے کہ کوئی اور سرور اس کی برابری نہیں کرسکتا۔ بندہ اطاعت، خشوع وخضوع، فرمانبرداری، حسنِ عبادت، کثرتِ نوافل اور دائمی ذکر کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ، وَمَا زَالَ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ»

[1] البقرة 2:98.

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی رکھتا ہے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ اور میرا بندہ کسی اور چیز سے میرا اتنا قرب حاصل نہیں کرسکتا جتنا فرائض کی ادائیگی سے حاصل کرسکتا ہے۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت شروع کردیتا ہوں، پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو ضرور دوں گا، وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو ضرور پناہ دوں گا۔ جو کام مجھے کرنا ہو اس میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا مگر مومن کی جان نکالنے میں تردد ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔''[1]

اللہ تعالیٰ کا قرب تبھی حاصل ہوسکتا ہے جب اس کی سچی اطاعت کی جائے۔ اس کے ساتھ خلوص سے محبت کی جائے۔ اس کی عبادت پوری یکسوئی کے ساتھ کی جائے۔ اس کی رحمت کی امید رکھی جائے۔ اس سے ڈرا جائے، اس کا کلمہ بلند کرنے کی کوشش کی جائے۔ اپنے نفس کو عاجزی اور اطاعت کا خوگر بنایا جائے۔ ہر دم موت کا منظر پیش نظر ہو۔ ہمیشہ خشوع و خضوع اور عاجزی سے دعا کی جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ، وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِ فَيَخْتِمُ بِـ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟»

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب التواضع، حديث:6502، و مسند أحمد:256/6.

فَسَأَلُوهُ، فَقَالَ: لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللهَ يُحِبُّهُ»

''نبی ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تھا تو اپنی قراءت کا اختتام سورۂ قل ھو اللہ احد سے کرتا تھا۔ جب وہ لوٹے تو انھوں نے اس بات کا ذکر نبیٔ کریم ﷺ کے سامنے کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے پوچھو، وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟'' لوگوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ ہے، اس لیے اسے پڑھنے میں مجھے مزہ آتا ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے پیار کرتا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت ہی سچی محبت کی نشانی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

تَعْصِي الْإِلٰهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ
هٰذَا مُحَالٌ فِي الْقِيَاسِ بَدِيعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ
فِي كُلِّ يَوْمٍ يَبْتَدِيكَ بِنِعْمَةٍ
مِنْهُ وَأَنْتَ لِشُكْرِ ذَاكَ مُضِيعُ

''کس قدر تعجب کی بات ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور اس سے محبت کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ یہ محال ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو، تو ضرور اللہ تعالیٰ کی

[1] صحيح البخاري، التوحيد، باب ماجاء في دعاء النبي ﷺ...... ، حديث:7375، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل قراءة قل هو الله أحد، حديث: 813.

اطاعت کرتا کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کیا کرتا ہے، پھر تجھ پر تو آئے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نت نئی نعمتیں نازل ہوتی ہیں مگر تو شکر ادا کرنے سے بھی عاجز ہے۔''

توبہ واستغفار: مومن جب اپنے رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو نافرمانی سے توبہ کر لیتا ہے اور گناہوں سے باز آ جاتا ہے۔ اور اپنے رب کی بہت زیادہ تعظیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے اور اُس وقت تک توبہ قبول فرماتا ہے جب تک انسان قریب المرگ نہ ہو جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا، قَدْ أَيِسَ مِنْ رَّاحِلَتِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ»

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے، جب وہ توبہ کرے، اس آدمی سے بڑھ کر خوش ہوتا ہے جو اپنی سواری پر ایک صحرا میں جا رہا ہو، وہ سواری اس سے چھوٹ جائے، سب کھانا پینا سواری ہی پر ہو، وہ اس کی تلاش سے نا اُمید ہو کر ایک درخت کے نیچے آ کر لیٹ جائے، اسی نا اُمیدی کی حالت میں اچانک وہ دیکھتا ہے کہ وہ سواری اس کے پاس کھڑی ہے اس نے اُٹھ کر مہار پکڑی اور خوشی کے غلبے سے کہنے لگا: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب خوشی سے مغلوب ہو کر وہ یہ غلط لفظ کہہ

بیٹھتا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ اپنے توبہ کرنے والے بندوں کو اپنی محبت کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر انسان کیا شرف حاصل کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔''[2]

عدل، صدق اور امانت کی تلاش: ایمان والا شخص صدق، عدل اور امانت سے متصف ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ اُن اعلیٰ صفات کو اختیار کرے جنھیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ خود عدل کے ساتھ متصف ہے۔ اس نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر رکھا ہے اور اپنے بندوں کو بھی ظلم سے باز رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○﴾

''اور اگر آپ فیصلہ کریں تو انصاف سے کریں بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''[3]

اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے:

﴿ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○﴾

''اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''[4]

قرآن کریم ظلم سے نفرت دِلاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحيح مسلم، التوبة، باب في الحض على التوبة و الفرح بها، حديث: 2747.

[2] البقرة2:222. [3] المآئدة5:42. [4] الحجرات49:9.

﴿وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ○﴾

''اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔'' [1]

عاجزی اور کسرِ نفسی: مخلص مومن کی ایک خوبی عاجزی اور کسرِ نفسی بھی ہے جس کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ اپنے بھائیوں سے نرمی کا برتاؤ کرے اور ان کے ساتھ کسرِ نفسی سے پیش آئے۔ دراصل اللہ کی محبت اُسے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرنے پر مجبور کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اسے اللہ کے بندوں کے احترام کی راہ دکھاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کو اپنی عزت اور اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی اور نوازش کو اپنی بلندی تصور کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ»

''صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور معافی سے انسان کی عزت میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔'' [2]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دست درازی اور تکبر کو پسند نہیں فرماتا، نیز اللہ تعالیٰ ان کے ہر ظاہر و غائب کو جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ ○﴾

''یہ قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے جسے وہ ظاہر کرتے یا چھپاتے ہیں۔ یقین رکھو اللہ تعالیٰ بڑا بننے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔'' [3]

---

[1] آل عمران 3:57.

[2] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث: 2588.

[3] النحل 16:23.

مزید ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

''لوگوں سے منہ نہ پھیر اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ تعالیٰ کسی غرور کرنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا۔''[1]

انسان کے لیے ضروری ہے کہ نعمتوں سے دھوکا نہ کھائے اور یہ نہ بھولے کہ اسے جو کچھ ملا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، ورنہ وہ فخر و تکبر کا شکار ہو جائے گا اور اپنے رب تعالیٰ کے فضل و کرم کا انکار کر بیٹھے گا۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرے، اچھی طرح عبادت کرے اور لوگوں کے ساتھ عاجزی اور نرمی کا سلوک کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

''تمھیں جو کوئی نقصان پہنچتا ہے، زمینی ہو یا جانی، وہ ہم نے تخلیق کائنات سے پہلے ہی لکھ رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات بہت آسان ہے۔ اس لیے کسی بھی نقصان پر غم زدہ نہ ہوں اور نہ ہی کسی نعمت پر غرور میں آئیں، اللہ تعالیٰ کسی متکبر کو پسند نہیں فرماتا۔''[2]

[1] لقمان 18:31.   [2] الحدید 23,22:57.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ.....»

''اللہ تعالیٰ بہت نرم ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی برتنے پر وہ کچھ مرحمت فرماتا ہے، جو سخت روی پر نہیں دیتا......''[1]

حیا: حیا ایمان کا اہم جز ہے اور یہ کسی شخص کی محبت کی دلیل ہے۔ حیا اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ حیا گناہوں سے دور رہتا ہے، بداخلاقی سے اجتناب کرتا ہے، پاکیزگی کا فدائی ہے، صفائی کا شیدائی ہے اور فطرتِ سلیم کا حامل ہے۔ حیا انسان کو گناہ سے بچاتی ہے اور عیب و عار سے محفوظ رکھتی ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس سے گزرے، وہ اپنے بھائی کو حد سے زیادہ حیا کرنے پر ڈانٹ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ»

''رہنے دے حیا تو ایمان کا اہم جز ہے۔''[2]

مومن کی عملی زندگی میں حیا کا نور ضرور جگمگانا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمانے لگے۔ پس مومن کو بات بھی پاکیزہ ہی کرنی چاہیے اور کام بھی اچھے ہی کرنے چاہئیں۔ کسی کو اپنے قول وفعل سے کوئی تکلیف نہیں دینی چاہیے۔

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھلی جگہ پر بغیر ازار نہاتے دیکھا۔ آپ تشریف لائے منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر ارشاد فرمایا:

[1] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الرفق، حديث: 2593.

[2] صحيح البخاري، الإيمان، باب الحياء من الإيمان، حديث: 24، ومسند أحمد: 2/56و147.

«إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ حَلِيمٌ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ، يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ»

''اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بربار، صاحب حیا اور پردے والا ہے، وہ حیا اور پردہ داری کو پسند فرماتا ہے۔تم میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو پردے میں کرے۔''[1]

خود نبیٔ کریم ﷺ حسن سیرت کا بہترین نمونہ تھے اور صحیح ترین دین کی طرف رہنمائی فرمانے پر مامور تھے، بہت زیادہ حیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ»

''نبیٔ کریم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی بڑھ کر صاحبِ حیا تھے۔کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو چہرۂ مبارک کے آثار سے معلوم ہو جاتا تھا۔''[2]

حیا جس شخص میں بھی ہوگی اسے مزین کر دے گی اور جس شخص سے نکل جائے گی وہ عیب دار ہو جائے گا کیونکہ حیا انسان کو غلطی سے بچاتی اور گناہ و نافرمانی سے محفوظ رکھتی ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ»

''حیا سے خیر ہی حاصل ہوتی ہے۔''[3]

حیا انسان کو محبت وفضیلت کا لباس پہناتی ہے۔ رذالت وسفلہ پن سے محفوظ رکھتی ہے۔

---

[1] سنن النسائي، الغسل و التيمم، باب الاستتار عند الغسل، حديث:406.

[2] صحيح البخاري، الأدب، باب من لم يواجه الناس بالعتاب، حديث :6102.

[3] صحيح البخاري، الأدب، باب الحياء، حديث: 6117، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان......، حديث: 37.

اس کی فطرت کو سرکشی سے روکتی ہے اور اس کے قول و فعل کو مہذب بنا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِـيْمًا﴾

''اللہ تعالیٰ بدزبانی کو پسند نہیں فرماتا الا یہ کہ مظلوم بددعا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سننے (اور) جاننے والا ہے۔''[1]

اللہ سے ملاقات کی تمنا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے ملاقات کا آرزومند بھی ہوگا، اس کے قرب کا مشتاق ہوگا۔ ہر وہ کام انجام دینے کی کوشش کرے گا جو اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کر دے۔ وہ اپنی دُھن اور جستجو میں لگا رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا راستہ تلاش کرے گا۔

مومن جب اور جہاں چاہے رب العزت سے آسانی سے ملاقات کر سکتا ہے۔ بس وضو کرے اور نماز شروع کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سرگوشیاں کرے اور قرآن کریم کے ذریعے سے اس سے بات چیت کرے۔

نماز ایک مستقل گفتگو ہے جو بندے اور اس کے خالق و مالک کے درمیان ہر وقت جاری رہتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے بار بار نت نئی ملاقات ہے جس کی بنیاد محبت اور خلوص پر ہے۔ لیکن وہ رُوحیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہیں، اور جنھیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہر وقت دامنگیر رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کے سائے میں اللہ تعالیٰ سے ابدی ملاقات کے لیے ترستی ہیں۔ اور شوقِ ملاقات سے سرشار ہو کر اس کی راہ تکتی رہتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اصل نعمت اور سعادت عظیمہ اللہ تعالیٰ کے قرب ہی میں محسوس ہوتی ہے۔

[1] النسآء 4:148.

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ»

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس سے ملاقات کا خواہش مند ہوتا ہے۔''[1]

اسی لیے مومن اللہ کے راستہ میں جہاد اور شہادت کا طلب گار اور ہر قربانی کے لیے تیار رہتا ہے۔ یہی حالت ہے جو اس کی محبت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ۧ﴾

''کہہ دیجیے اگر تمھارے باپ، بیٹے، بہن بھائی، خاوند بیوی، قبیلے، کمایا ہوا مال، کاروبار اور تمھارے پسندیدہ مکانات تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے فاسق لوگوں کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے محبت کرنے کا اعلان کیا ہے جو اس کی راہ میں کافروں سے لڑتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝﴾

---

[1] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب من أحب لقاء الله......، حديث: 2683.

[2] التوبة 9:24.

’’یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں ایک مضبوط عمارت کی طرح یک جان ہو کر لڑتے ہیں۔‘‘ [1]

مومن کا اس طرح موت کے لیے تیار رہنا اور شہادت کے لیے آگے بڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے، اس سے ملاقات کا شوق ہے اور اُس کا اللہ کی ذاتِ عالی پر اٹل ایمان ہے۔

یہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہے جس نے مومنین کو اتنے یقین و اعتماد، محبت و اطمینان سے موت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی جرأت عطا کی کہ وہ کھلے دل سے تیروں اور نیزوں کا استعمال کرتے تھے اور پُرسکون دلوں سے نیزوں کے وار سہتے تھے۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنا: انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر فائدہ پہنچانے والی چیز سے محبت کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مال سے اس کی محبت بڑی شدید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی محبت کو مال کی آزمائش سے دوچار کرتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اُسے اللہ رب العزت سے کتنی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝﴾

’’تم ہرگز نیکی کا مرتبہ حاصل نہ کر سکو گے جب تک کہ تم وہ چیز خرچ نہ کرو جس سے تمھیں محبت ہے۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔‘‘ [2]

مال و دولت سے لوگوں کی شدید محبت معلوم و معروف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ؕ﴾

[1] الصف 4:61 . [2] آل عمران 92:3.

''تم مال سے بے تحاشا محبت رکھتے ہو۔''[1]

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نیکی اور حسن سلوک کی دعوت دیتا ہے اور رغبت دلاتا ہے:

﴿وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○﴾

''اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور (کنجوسی کرکے) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو، اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''[2]

جو مومن اللہ تعالیٰ سے سچی محبت رکھتا ہے، وہ دنیا کی بڑی سے بڑی متاع کو بھی ہیچ سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ خرچ کر دیتا ہے۔ اُسے اپنے مال سے محبت ہوتی ہے نہ غیروں کے مال سے۔ اس کے دل میں اللہ کی محبت کے سوا کسی کا آشیانہ نہیں ہوتا۔ وہ جہاں بھی ہوتا ہے نیکی کا متلاشی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○﴾

''نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق ومغرب کی طرف کر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، قیامت، فرشتوں، کتابوں اور انبیاء پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کو دو۔ نماز صحیح صحیح ادا کرو، زکاۃ دو، وعدہ کرو تو اسے پورا کرو، اور تنگی، ترشی اور لڑائی کے وقت

[1] الفجر 89:20۔ [2] البقرة 2:195۔

صبر کرو۔ ایسے لوگ ہی اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔" [1]

مصیبتوں پر صبر و تحمل: مومن خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ جو تکلیف اسے پہنچی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز اسے نہیں ملی، یقیناً وہ اسے نہیں مل سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آزمائش تو مومن کے لیے رحمت ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون اللہ تعالیٰ کی آزمائش پر صبر کرتا ہے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝﴾

"اور جو لوگ رب تعالیٰ کی رضا کی طلب میں صبر کرتے ہیں، نماز قائم رکھتے ہیں، ہمارے دیے ہوئے مال سے علانیہ اور خفیہ خرچ کرتے رہتے ہیں اور نیکیاں کر کے برائیوں کو مٹاتے رہتے ہیں ان کے لیے آخرت کا گھر ہے۔" [2]

مزید فرمایا:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾

"اور ہم تمھیں خوف، بھوک، مال و جان اور پھلوں کی کمی کے ذریعے سے آزماتے رہیں گے۔ خوش خبری دے دیجیے ان لوگوں کو جو ایسے حالات میں مضبوط اور ثابت قدم رہیں۔" [3]

حضرت ربیع بن انس نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اُسے کثرت سے یاد کرنا ہے کیونکہ جس چیز سے تجھے محبت ہو اسے تو کثرت سے یاد کرتا ہے۔ دین داری کی علامت اخلاص ہے۔ علم کی

[1] البقرۃ 2:177۔ [2] الرعد 13:22۔ [3] البقرۃ 2:155۔

علامت اللہ کا خوف ہے، اور شکر کی علامت اللہ کی تقدیر کو تسلیم کرنا اور راضی برضا رہنا ہے۔'' [1]

حضرت یحییٰ بن معاذ نے فرمایا:

''اگر تجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہو، اس کے باوجود وہ تجھے بھوکا ننگا رکھے تب بھی تجھ پر لازم ہے کہ تو اسے خوشی خوشی برداشت کرے اور لوگوں سے اس معاملے کو پوشیدہ رکھے کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی خاطر ہر تکلیف گوارا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے میں کس طرح سچا مانا جا سکتا ہے جبکہ تو اس کا شکوہ کرتا ہے، حالانکہ اُس نے تجھ سے کبھی کوئی برا سلوک نہیں کیا۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ سے محبت

رسول اللہ ﷺ سے محبت، عظمت و احترام والی محبت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کی دلیل ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ اس کے رسول سے بھی محبت رکھتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے بھی محبت رکھتا ہے۔ آپ کی سنت سے محبت رکھتا ہے، آپ کے طریقے کو لازم پکڑتا ہے، شرارتوں، گناہوں، اور ناروا شہوات سے کنارہ کش رہتا ہے اور اطاعت وعبادت پر ہمیشہ مستعد اور کاربند رہتا ہے۔

ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت سے بڑھ کر ہمارے دل میں کسی اور انسان کی محبت نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] المخلاة للعاملي، ص: 133.

[2] المخلاة للعاملي ، ص: 133.

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ...»

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص مومن نہیں، جب تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ اور اولاد سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''[1]

ایسی محبت کا اظہار صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہی سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پیروی بھی اللہ تعالیٰ کی محبت ہی کی وجہ سے ہے۔ اللہ کا محبّ وہی ہوسکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ صرف اسی کام کا حکم دیتے جو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ آپ اسی بات کی خبر دیتے تھے جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتی تھی۔ پس جو شخص اللہ کا محبّ ہو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے، آپ کی ہر بات کی تصدیق کرے، اور آپ کے اعمال میں آپ کی پیروی کرے، اس اتباع کی برکت ہی سے مومن ایمان کے کمال کو پہنچتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾

''کہہ دیجیے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمھارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔ کہہ دیجیے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم روگردانی کرو گے تو

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب حب رسول اللهﷺ من الإيمان، حديث : 14.

جان لو کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔"[1]

پس رسول اللہ ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ قرآن کریم میں تقریباً بائیس مقامات پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ جزو لازم کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔ اللہ عزّ وجلّ نے اپنی کتابِ عزیز میں فرمایا ہے:

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

"اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اپنے ارباب اختیار کی اطاعت کرو۔ اگر کسی معاملے میں تمھارا جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش کرو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ امر تمھارے لیے بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔"[3]

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

"اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔"[4]

رسول اللہ ﷺ کی محبت کی اساس اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے اور یہ سچے ایمان اور محکم یقین کی دلیل ہے۔ ہر مومن اس محبت کو اپنے دل اور روح میں محسوس کرتا ہے، اور ایسی بے مثل

[1] آل عمران 3:31، 32. [2] آل عمران 3:132. [3] النسآء 4:59. [4] الأنفال 8:1.

حلاوت پاتا ہے جو اس کی عقل پر چھا جاتی ہے، اس کے حواس پر قبضہ کر لیتی ہے، اور اسے محبت میں مستغرق کر کے اطاعت وتقرب کی منزلت پر فائز کر دیتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَّا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ»

''تین چیزیں جس شخص میں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرتا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اسے ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے۔ تیسرا یہ کہ وہ (مرتد ہو کر) دوبارہ کافر بننے کو آگ میں پھینکے جانے کے مترادف سمجھتا ہو۔''[1]

دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت آخرت میں آپ سے قرب کا ذریعہ بنتی ہے۔ محبت دل کو آلائشوں سے پاک کرتی ہے، روح کو مادی بیماریوں سے شفا بخشتی ہے اور اسے الفت ومحبت کے لامحدود آفاق کا سیر ونظارہ کرا دیتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی: ایک شخص کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسے عمل نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَنْتَ يَا أَبَاذَرٍّ! مَّعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» قَالَ: فَإِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، قَالَ: «فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» قَالَ: فَأَعَادَهَا أَبُوذَرٍّ، فَأَعَادَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ»

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب من كره أن يعود فى الكفر......، حديث: 21، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان خصال من اتصف......، حديث: 43.

''ابوذر! تجھے ان کا ساتھ نصیب ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔'' وہ کہنے لگے: میں تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تجھے اُن کی معیت نصیب ہوگی جن سے تو محبت رکھتا ہے''۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ بات کئی بار دہرائی اور رسالت مآب ﷺ نے ہر بار یہی جواب مرحمت فرمایا۔[1]

رسول اللہ ﷺ سے محبت آپ کے راستے پر چلنے، آپ کے طریقے کی پیروی اور کسی کمی بیشی کے بغیر آپ کی سنت کی ٹھیک ٹھیک پابندی کرنے کا نام ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں اور حضور نبیٔ کریم ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے۔ ہمیں ایک آدمی مسجد کے چبوترے کے پاس ملا، کہنے لگا:

''اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟''

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟» فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ، ثُمَّ قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صِيَامٍ وَّلَا صَلَاةٍ وَّلَا صَدَقَةٍ، وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، قَالَ: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ»

''تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟''

وہ شخص چپ ہوگیا، پھر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقات تو نہیں کیے، البتہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔''[2]

اسی محبت نے بعض صحابہ کو مجبور کیا کہ وہ نبی ﷺ کی عبادت کی کیفیت معلوم کریں تاکہ

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب الرجل يحب الرجل......، حديث: 5126.

[2] صحيح البخاري، الأحكام، باب القضاء والفتيا في الطريق، حديث: 7153، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحب، حديث: 2639.

آپ کے راستے پر چل سکیں لیکن انھوں نے محسوس کیا کہ ہمارے اعمال نبی ﷺ کی عظمت کے مقابلے میں بہت پست اور کمزور ہیں، لہٰذا انھوں نے مختلف قسم کی مسلسل عبادت کا عہد کیا لیکن نبیٔ کریم ﷺ نے یہ طریقہ پسند نہیں فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: تین آدمی ازواجِ مطہرات کے گھروں کے باہر آئے اور نبیٔ کریم ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھا۔ جب انھیں بتایا گیا تو انھوں نے اسے کم سمجھا، پھر کہنے لگے: بھلا ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ؟ آپ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے دور رہوں گا، ہرگز شادی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو تشریف لائے اور فرمایا:

«أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللهِ! إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ، وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»

”کیا تم نے یہ یہ بات کہی ہے؟ خدا کی قسم! میں تم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور پرہیزگار ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں، ناغہ بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ جو شخص میرے طریقے سے منہ پھیرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“ [1]

پس رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو اعتدال اور میانہ روی کی راہ دکھاتے تھے۔ جب آپ کوئی ایسا کام کرتے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے موجب مشقت ہوتا تو آپ ان کو صاف بتا دیتے

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث: 5063، وصحيح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه......، حديث:1401.

کہ یہ میرے لیے خاص ہے، تم نہیں کر سکتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال، یعنی بغیر سحری و افطاری مسلسل روزے رکھنے کی ممانعت فرمائی۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَيُّكُمْ مِّثْلِي؟ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ»

''تم میں سے کون مجھ جیسا ہوسکتا ہے؟ مجھے تو اللہ تعالیٰ کھلاتا اور پلاتا رہتا ہے۔''[1]

صحابہ کو شوقِ وصال پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت نے مجبور کیا وہ آپ کی اقتدا اور پیروی کے بے حد گرویدہ تھے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کی کچھ روحانی علامات اور کچھ دینی نشانیاں ہیں جن کا مشاہدہ ایک مومن کی زندگی اور طرزِ عمل سے کیا جا سکتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔

سنت نبوی کا احیاء: جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا وہ آپ کی سنت کے احیاء اور آپ کی دعوت کی بقا کے لیے جدوجہد کرے گا۔ اور یہ تبھی ہوگا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ودعوت مومن کی زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی اور معاملات میں جاری وساری ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو اچھی طرح سمجھا جائے اور آپ کی سیرت مقدسہ، تبلیغِ رسالت اور جدوجہد سے اپنی زندگی کے لیے سبق حاصل کیا جائے۔

آپ کی سنت کی حفاظت اور تدوین بہت بڑی امانت ہے جسے ہم تک پہنچانے کی ذمہ داری بہت سے راویوں اور حفاظ حدیث نے اُٹھائی حتیٰ کہ وہ ہم تک بلا کم وکاست پہنچ گئی۔ اس حقیقت کی گواہی دوستوں سے بڑھ کر دشمنوں نے دی ہے اور فضیلت وہی ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن دیں۔ بعد ازاں بہت سے ایسے علماء پیدا ہوئے جنھوں نے تشریح وتنقید کے ذریعے

[1] صحيح البخاري، الصوم، باب التنكيل لمن أكثر الوصال، حديث: 1965، و صحيح مسلم، الصوم، باب النهي عن الوصال، حديث: 1103.

سے سنت کی حفاظت میں اپنا کردار ادا کیا۔ نبی ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی سنت سے ان کی محبت نے اُنھیں مجبور کیا کہ وہ ان باتوں کی نفی کریں جو غلط طور پر سنت میں داخل ہو گئیں۔

پھر بے شمار علماء نے سنتِ حبیب ﷺ سے استفادہ عام کے لیے فہارس اور جوامع مرتب کیں تاکہ طالب حدیث کے لیے کسی حدیث کی تلاش، راویوں کی تحقیق اور اس کا مرتبہ جاننے میں آسانی ہو۔ لیکن احیائے سنت محض اس علمی خدمت ہی پر موقوف نہیں بلکہ ضروری ہے کہ عملاً بھی آپ کی سنتِ طاہرہ وطیبہ کو اپنی زندگی میں جاری وساری کیا جائے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول کا منشا ہے۔

محبان رسول سے محبت: رسول اللہ ﷺ سے محبت کا ایک قدرتی تقاضا یہ بھی ہے کہ رسالت مآب ﷺ کے محبین ومحبوبین سے بھی محبت رکھی جائے۔ نبیٔ کریم ﷺ اپنے اہل بیت اور صحابۂ کرام سے محبت فرماتے تھے، لہٰذا ان سے محبت رکھنا بھی ضروری ہے۔ بے شمار احادیث ہمیں آپ کے اہلِ بیت سے محبت کی دعوت دیتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”میں مدینہ منورہ کے ایک بازار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ واپس تشریف لائے تو میں بھی آپ کے ساتھ پلٹا، آپ نے راستے میں تین دفعہ فرمایا:

«أَيْنَ لُكَعُ؟» ـ ثَلَاثًا ـ «ادْعُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ»، فَقَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَمْشِي وَفِي عُنُقِهِ السِّخَابُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ، هٰكَذَا، فَقَالَ الْحَسَنُ بِيَدِهِ هٰكَذَا، فَالْتَزَمَهُ فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ! إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ»

”بچہ کہاں ہے؟ حسن رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھاگے بھاگے آئے، ان کے گلے میں ہار تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر بازو پھیلا دیے، آپ ﷺ

نے انھیں اپنے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا: ''اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اسے محبوب بنا لے بلکہ اس سے محبت رکھنے والوں سے بھی محبت کر۔''[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے اس فرمان کے بعد مجھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ رہا۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ کھانے کی دعوت پر جا رہے تھے۔ اتفاقاً راستے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور ہاتھ پھیلا دیے۔ بچہ اپنے مشغلے میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے شغل فرماتے رہے، پھر انھیں تھام لیا۔ ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا دست مبارک ان کے سر پر رکھ کر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا:

«حُسَيْنٌ مِّنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْأَسْبَاطِ»

''حسین مجھ سے ہیں میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین میری نسل کی ایک عظیم الشان لڑی ہیں۔''[2]

آپ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے انتہائی محبت تھی حتیٰ کہ آپ نے ان کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت قرار دیا، لہٰذا ان سے محبت ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي»

[1] صحيح البخاري، اللباس، باب السخاب للصبيان، حديث: 5884، و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل الحسن و الحسين رضي الله عنهما، حديث: 2421.

[2] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل الحسن و الحسين......، حديث: 144.

''جو شخص حسن و حسین سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا۔''[1]

اس طرح نبیٔ کریم ﷺ کو اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ یہاں تک کہ ان سے محبت آپ کے ہاں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی تھی، مخزومی عورت کا واقعہ اس کی بہترین دلیل ہے۔ اس سے آپ کے نزدیک سیدہ کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کی بڑی فکر تھی جو چوری کر بیٹھی تھی، وہ کہنے لگے: اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کر سکتا ہے؟ پھر خود ہی بولے: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔ وہ آپ کو بہت پیارا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے بات کی۔ رسول اللہ ﷺ نے غصے سے فرمایا:

«أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللهِ؟» ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»

''تو اللہ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر اُٹھے اور خطبہ ارشاد فرمایا، فرمانے لگے: ''تم سے پہلے لوگ اسی بنا پر تباہ و برباد ہو گئے کہ جب ان میں کوئی معزز شخص چوری کر لیتا تو اُسے چھوڑ دیتے تھے اور کوئی غریب آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر زور و شور سے حد نافذ کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر بفرضِ محال فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کر لیتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''[2]

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل الحسن و الحسين رضي الله عنهما......، حديث: 143.

[2] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر أسامة بن زيد، حديث: 3475، و صحيح مسلم، الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره......، حديث: 1688.

آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی بے انتہا محبت تھی۔ آپ نے انھیں اپنے تنگ دست اور صاحبِ عیال چچا سے لے کر خود ان کی پرورش فرمائی۔ ابھی وہ چھوٹے ہی تھے کہ انتہائی خلیق اور صاحبِ کمالات بن گئے۔ جب وہ بڑے ہو گئے تو ان سے اپنے آنگن کے پھول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بیاہ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کے ہاں ایک خصوصیت حاصل تھی کہ آپ ان سے اور اُن کی اولاد سے بہت محبت رکھتے تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (فرمانِ نبوی کے تحت) جنگ خیبر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ دل میں سوچنے لگے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہوں؟ چنانچہ مدینہ منورہ سے نکلے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جب فتح والے دن کی رات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ: يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيْهِ» فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَّمَا نَرْجُوهُ، فَقَالُوا: هٰذَا عَلِيٌّ، فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ.

’’کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے اور اسے اللہ اور رسول سے محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا‘‘، اچانک ہم نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں۔ ہمیں ان کے آنے کی اُمید نہیں تھی۔ لوگ کہنے لگے: علی رضی اللہ عنہ آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔‘‘[1]

---

[1] صحيح البخاري، الجهاد و السير، باب ماقيل في لواء النبيﷺ، حديث: 2975، و صحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة ذي قرد وغيره، حديث: 1807.

نبیٔ کریم ﷺ کو اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بے پناہ محبت تھی، اس لیے ان سے محبت رکھنا بھی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ صحابۂ کرام سے محبت رکھنا رسالت مآب ﷺ سے محبت کی نشانی ہے۔ سلف صالحین کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بدرجۂ غایت محبت تھی حتیٰ کہ وہ ان سے محبت رکھنے کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معتبر عمل اصحابِ نبی سے محبت ہے۔ اگر تو روزِ محشر روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آیا تب بھی اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرما دے گا لیکن اگر تو حشر کے میدان میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ذرہ بھر بھی بغض لے کر آیا تو تجھے کسی نیکی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ قِيلَ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: «أَبُوهَا»

''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو سب لوگوں سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا'' پوچھا گیا: مردوں میں سے؟ فرمایا: ''اس کا باپ۔''[2]

حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ میں سے کون زیادہ پیارا تھا، انھوں نے فرمایا:

«أَبُوبَكْرٍ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّهُمْ؟ قَالَتْ: عُمَرُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّهُمْ؟ قَالَتْ: أَبُوعُبَيْدَةَ»

''ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا: پھر؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا: پھر؟ فرمانے لگیں:

[1] كتاب المتحابين في الله لابن قدامة المقدسي، ص: 28.

[2] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل أبي بكر الصديق رضي الله عنه، حديث: 101.

ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ۔'' [1]

حضرت مسروق بن اجدع فرماتے ہیں:

«حُبُّ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ ۔ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ۔ وَمَعْرِفَةُ فَضْلِهِمَا مِنَ السُّنَّةِ»

''حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا اور انھیں افضل سمجھنا اہلِ سنت کی نشانی ہے۔'' [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی اُسی طرح محبت تھی جس طرح آپ ان کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ لوگ انھیں حِبّ ابن الحبّ (آپ کے محبوب کا بیٹا جو خود بھی آپ کا محبوب ہے) کہا کرتے تھے۔ ان سے محبت کی انتہا یہ تھی کہ آپ نے انھیں ایک عظیم لشکر کا سربراہ مقرر فرمایا، حالانکہ اس لشکر میں بڑے بڑے اجل صحابہ موجود تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو ان پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر فرمایا۔ کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر چہ میگوئیاں کیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَايْمُ اللهِ! إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِّلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ»

''تم اِس کی امارت پر چہ میگوئیاں کرتے ہو، تم اس کے باپ کی امارت پر بھی اسی طرح چہ میگوئیاں کرتے رہے، خدا کی قسم! وہ امارت کے لائق تھا اور مجھے سب لوگوں سے

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل عمر رضی اللہ عنہ، حديث: 102.

[2] كتاب المتحابين في الله لابن قدامة، ص: 74.

زیادہ پیارا تھا اس کے بعد یہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔“ [1]

اولین مسلمان بھی ان کے مرتبہ شناس تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مجھ سے زیادہ مقرر فرمایا۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے:

«إِنَّهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْكَ، وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَبِيكَ»

”وہ اللہ کے رسول ﷺ کو تجھ سے زیادہ محبوب تھا اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کو تیرے باپ سے بھی زیادہ محبوب تھا۔“ [2]

رسول اللہ ﷺ انصار سے محبت فرمایا کرتے تھے بلکہ آپ نے ان سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (انصار کی) کچھ عورتوں اور بچوں کو ایک شادی سے واپس آتے دیکھا تو آپ سیدھے کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے:

«اَللّٰهُمَّ! أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ» قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

”اللہ کی قسم! تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔“ تین مرتبہ فرمایا۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس سے باتیں کرنے لگے، پھر دو دفعہ فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّكُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ» مَرَّتَيْنِ.

[1] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب زيد بن حارثة......، حديث: 3730.

[2] الإصابة: 2/497.

[3] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ......، حديث: 3785.

''قسم اس کی ذات جس کے ہاتھ میں میری جان ہے: تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔'' دو مرتبہ فرمایا۔[1]

لہٰذا انصار سے محبت بھی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اور ان سے بُغض رکھنے والا منافق اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ»

''مومن شخص ہی انصار سے محبت رکھتا ہے اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے، جو ان سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔''[2]

اور حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ الْأَنْصَارَ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ أَبْغَضَهُ اللهُ»

''جو شخص انصار سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت رکھے گا اور جو شخص انصار سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھے گا۔''[3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب چیزوں سے محبت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب چیزوں سے محبت کرنا بھی دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے محبت کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ اخلاق، اعلیٰ خصائل، نیکی اور حسن سلوک کو پسند فرماتے تھے۔ ان مقامات سے محبت کرنا جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت تھی،

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ......، حديث: 3786.
[2] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب حب الأنصار من الإيمان، حديث: 3783.
[3] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل الأنصار، حديث: 163.

آپ ہی سے محبت کے مترادف ہے۔ آپ کے محبوب مقامات میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو اولیت حاصل ہے۔

نبیٔ کریم ﷺ سے یہ دعا روایت کی گئی ہے:

«اَللّٰهُمَّ! حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ»

''اے اللہ! مدینہ کو بھی ہمارے دلوں میں اسی طرح محبوب بنا دے جس طرح مکہ مکرمہ محبوب تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''[1]

اسی طرح آپ مدینہ منورہ میں احد پہاڑ سے محبت فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اُحد نظر آیا تو فرمانے لگے:

«هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اَللّٰهُمَّ! إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا»

''یہ وہ پہاڑ ہے جس سے ہم محبت رکھتے ہیں اور وہ ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم (حرمت والا) قرار دیا تھا۔ میں (مدینہ منورہ کے) دو پتھریلے میدانوں کے مابین پورے علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں۔''[2]

نبی ﷺ سے محبت کے چند نمونے: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی محبت میں فنا تھے۔ انھوں نے آپ کے لیے قربانی، جاں نثاری اور فدائیت کے بے مثال نمونے چھوڑے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(1) **حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت:** مؤرخ ابن ہشام لکھتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، فضائل المدينة، باب: 12، حديث: 1889.

[2] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ذكر النبي ﷺ، حديث: 7333، وصحيح مسلم، الحج، باب فضل المدينة ودعاء النبي ﷺ فيها......، حديث: 1365.

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (اسلام سے پہلے بھی) اپنی قوم کی آنکھ کا تارا تھے۔ سب کے محبوب تھے۔ نہایت نرم مزاج تھے۔ قریش کا نسب خوب جانتے تھے اور ان کے نسب کے خیر وشر سے اچھی طرح واقف تھے۔ آپ نہایت خلیق اور محسن تاجر تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ اس کے بہت سے اسباب تھے۔ آپ کا علم، آپ کی تجارت اور آپ کی خوش مجلسی معروف تھی۔ حاضرین میں سے جس پر آپ کو اعتماد ہوتا تھا آپ اسے اللہ تعالیٰ کی سچی بندگی اور اسلام کی دعوت دیتے تھے۔''[1]

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ، وَلٰكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي»

''اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہے۔''[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بہت سے ایسے مرحلے آئے جو ان کی عظمت اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بے مثل محبت کے گواہ بن گئے۔ بعض انتہائی نازک اور خطرناک مقامات پر بھی ان کے سینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شدید محبت کا غلبہ رہا جو اُن کی شناخت بن گیا۔ وہ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ یہی امر یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ اُن کا ایمان کس قدر مضبوط تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی محبت کس قدر گہری تھی۔ پیشے کے لحاظ

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 182/1.

[2] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: لو كنت متخذًا......، حديث: 3656.

سے وہ ایک تاجر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی تجارت اور دیگر معاملات کو یقیناً نقصان پہنچا ہوگا کیونکہ قریش اور دیگر عرب اسلام لانے والے ہر شخص کا بائیکاٹ کر دیتے تھے اور اس کو تکلیف اور نقصان پہنچانے کے لیے ہر کوشش بروئے کار لاتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ سے محبت، آپ کے لیے قربانی اور جاں نثاری کی انتہائی روشن مثالیں قائم کی ہیں۔ آپ وہی ہیں جنھوں نے ہجرت کے موقع پر نبیٔ مکرم ﷺ کا ساتھ دیا۔ یہ بڑا ہی نازک موقع تھا اور اس سفر میں بڑے خطرات تھے۔ مشرک ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی گھات میں رہتے اور آپ کو شہید کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔ قرآن کریم نے یہ صورتحال بڑے واضح الفاظ میں بیان فرما دی ہے:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ○﴾

’’اور جب کافر آپ کے بارے میں سازشیں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کریں یا قتل کر دیں یا جلا وطن کر دیں وہ بڑے بڑے منصوبے بنا رہے تھے، اللہ تعالیٰ بھی تدبیر فرما رہا تھا۔ اللہ کی تدبیر ہی بہتر اور کامیاب ہوتی ہے۔‘‘ [1]

پھر اس وقت تو نبیٔ کریم ﷺ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت سورج کی طرح چمک اُٹھی جب وہ نڈر ہو کر اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے آپ سے پہلے غار میں داخل ہوتے ہیں، دائیں بائیں، آگے پیچھے رہ کر آپ کی حفاظت فرماتے ہیں اور ان کی تڑپ صرف یہ ہوتی ہے کہ چاہے میری جان ختمی مرتبت پر قربان ہو جائے لیکن نبیٔ کریم ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔

مؤرخ ابن ہشام لکھتے ہیں:

[1] الأنفال 30:8.

«اِنْتَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ إِلَى الْغَارِ لَيْلًا، فَدَخَلَ أَبُوبَكْرٍ ـ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ـ قَبْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَسَ الْغَارَ، لِيَنْظُرَ أَفِيهِ سَبُعٌ أَوْ حَيَّةٌ، يَقِي رَسُولَ اللهِ ﷺ بِنَفْسِهِ»

''رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رات کے وقت غارِ ثور میں پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے غار میں داخل ہوئے اور ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے لگے کہ یہاں کوئی درندہ یا سانپ وغیرہ تو نہیں تاکہ رسول اللہ ﷺ محفوظ رہیں چاہے خود ان کی جان چلی جائے۔'' [1]

یہ کیسی عجیب و عظیم محبت تھی جس نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں آشیانہ بنا لیا۔ وہ اپنے آپ کو تو خطرے میں ڈالنا خوشی خوشی پسند کرتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کو ادنیٰ سی تکلیف بھی پہنچنا گوارا نہیں کرتے۔ یہ صرف ایمانی قوت تھی جس نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل کو سید الانبیاء ﷺ کی محبت کا کاشانہ بنا دیا تھا۔

حقیقی محبت کا ایک اور مقام ہے جسے تاریخ نے ابدی طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

جب رسالت مآب ﷺ کا انتقال ہوا تو مسلمان گھبرا جاتے ہیں اور ایک عظیم فتنے کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں جن کو بُجھانے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کو پیارے ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سُنح بستی میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے (حضرت عمر فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم! اس وقت میرے دل میں یہی خیال تھا) اللہ تعالیٰ آپ کو اُٹھائے گا اور آپ منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ اتنے میں

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 99/2.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا، آپ کو بوسہ دیا اور فرمانے لگے: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں کس قدر پاکیزہ ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ آپ کو دو دفعہ موت نہیں چکھائے گا۔ (آپ فوت ہو چکے ہیں)، پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت عمر سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: اے قسمیں اُٹھانے والے! رُک جاؤ۔ جب حضرت ابوبکر نے تقریر شروع کی تو حضرت عمر بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: خبردار! جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا وہ سن لے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی فوت نہیں ہوگا۔ پھر یہ آیات پڑھیں:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝﴾

''اے نبی! آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیں۔''[1]

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾

''اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں، اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم مرتد ہو جاؤ گے؟ اور جو شخص دین سے مرتد ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا۔ (اپنا ہی کرے گا) اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو ضرور صِلہ عطا فرمائے گا۔''[2]

«فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ»

[1] الزمر 30:39 [2] آل عمران 144:3

''یہ سن کر لوگ ہچکیاں لے لے کر رونے لگے۔'' [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان کلمات نے مسلمانوں کے گرے ہوئے حوصلے بلند کر دیے اور انھیں ہدایت پر قائم رکھا جبکہ ان میں فتنہ بھڑ کنے لگا تھا بلکہ بہت سے بدوی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پاتے ہی مرتد ہو گئے تھے۔ اور ایک گروہ نے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دانائی اور جرأت و بہادری بروئے کار نہ آتی تو لوگ گمراہ ہو جاتے اور اسلام کی تاریخ یکسر مختلف ہوتی۔

دراصل یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی انتہائی گہری محبت ہی تھی جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حوصلہ بلند رکھا اور یہ ہمت دلائی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمات و تکالیف کی شدت کے باوجود ایک اعلیٰ مقصد اور عظیم الشان مشن پر قائم رہے۔ یہ مشن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی حفاظت اور نوعِ انسانی کے لیے آپ کے عظیم پیغام کو دشمنوں سے محفوظ رکھنا تھا جو اسے ختم کرنے کے لیے موقع کی تاک میں تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہی تھی جس نے ان کو یہ ہمت عطا کی کہ ایک حقیقت کو وہ خود بھی تسلیم کر لیں اور مسلمانوں کو بھی اس سے روشناس کرائیں اور اس عظیم صدمے پر قابو پا کر آپ کی دعوتِ دین اور پیغامِ رسالت کو اس کے ہدف تک پہنچائیں۔

(2) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی محبت: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اولین مہاجرین اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے، ان آٹھ سابقین میں سے تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے، ان پانچ افراد میں سے تھے جنھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور ان چھ اصحاب میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے مشورے اور فیصلے کے لیے نامزد فرمایا۔

وہ جنگ بدر کے موقع پر شام کے تجارتی قافلے میں تھے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے

[1] صحیح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: لو کنت متخذاً خليلاً....، حديث: 3668.

جنگ بدر کے حصۂ غنیمت اور اجر وثواب کا اعلان فرمایا۔ غزوۂ احد میں نبی ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور عظیم الشان کارکردگی دکھائی جب مسلمان بکھر گئے اور کفار نبی ﷺ کی شہادت کے ارادے سے آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے تو وہ طلحہ رضی اللہ عنہ ہی تھے جنھوں نے موت کی پروانہ کرتے ہوئے آپ کا دفاع کیا تھا۔ حتیٰ کہ کافروں کی ہر ضرب کو اپنے ہاتھ پر برداشت کیا اور آپ پر آنچ نہ آنے دی۔ نتیجتاً وہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''طلحہ نے اپنے لیے اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی اور جنت کو واجب کر لیا۔''[1]

یہ کیسی عظیم محبت ہے جس نے اس مقدس فدائی کے دل کو آباد کر رکھا تھا؟ جس کی بنا پر اسے اپنی جان قربان کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔

تاریخ ایسی مخلصانہ محبت کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے جس میں کسی دنیوی مقصد اور لالچ کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس میں دین اسلام کا کوئی ہمسر نہیں۔

③ **حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی محبت:** غزوۂ احد سے بعد کی بات ہے کہ عَضَل اور قارہ قبائل کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ انھوں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! ہمارے قبائل میں اسلام اور خیر کی بہت اُمید ہے آپ ہمارے ساتھ اپنے صحابہ کی ایک جماعت بھیجیں جو ہم کو دین سمجھائیں، قرآن پڑھائیں اور ہمیں اسلام کے احکام کی تعلیم دیں۔''

نبی ﷺ نے ان کے ساتھ دس صحابہ بھیج دیے جن میں حضرت خبیب بن عدی بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے ان پر حضرت عاصم بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ صحابہ ان لوگوں کے ساتھ چل دیے، لیکن جب وہ رجیع کے علاقے میں پہنچے تو انھوں نے غداری کی اور ان میں سے چند صحابہ کو قتل کر دیا اور حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ کے

[1] الإصابة:3/290-292، والسيرة النبوية لابن هشام: 3/21.

ہاتھوں فروخت کر دیا۔ انھیں حارث بن عامر کے اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی حجر بن ابی اِہاب نے خرید لیا۔ وہ انھیں اپنے باپ کے بدلے قتل کرنا چاہتا تھا جسے مسلمانوں نے جنگِ احد میں مار ڈالا تھا۔ جب وہ انھیں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو کچھ قریشی سردار اُن کے پاس جمع ہو گئے، ان میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔ ابوسفیان اُن سے کہنے لگا:

''اے خبیب! اب تو یہ چاہتا ہو گا کہ تیری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے ہم انھیں قتل کر ڈالتے اور تو اپنے گھر بیٹھا ہوتا۔''

خبیب فرمانے لگے:

''ظالمو! اللہ کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمد ﷺ کو اپنے گھر بیٹھے ایک کانٹا بھی چُبھ جائے اور میں اپنے گھر والوں میں بیٹھا رہوں۔''

ابوسفیان کہنے لگا:

«مَا رَأَيْتُ فِي النَّاسِ أَحَدًا يُحِبُّ أَحَدًا كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا»

''میں نے کسی کو کسی دوسرے سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی محبت محمد (ﷺ) کے ساتھی اور شاگرد ان سے کرتے ہیں۔''

پھر انھیں نِسطاس نے شہید کر دیا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی یہ چند مثالیں ہیں۔ تاریخ کے اوراق ایسی بے شمار مثالوں سے بھرے پڑے ہیں جو اس بے مثال محبت اور اس مقدس جماعت کے صدق و ایمان کی روشن دلیل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت نے ان کے نفوسِ مقدسہ کو خوب نکھار دیا تھا اور ایمان نے ان کو عظمت و رفعت کی منزلت پر فائز کرایا تھا۔

[1] تاريخ الطبري: 2/216.

بنی نوع انسان کی محبت:

دین اسلام نے مومنین کے دلوں میں محبت کی جڑیں بڑی مضبوط کر دی ہیں ان کے دلوں سے خودغرضی اور ذاتی مفادات کا لالچ مٹا دیا ہے۔ جاہلیت کی ساری نشانیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اور ان میں اعلیٰ فضائل و مکارم، اخلاقی بلندی، نیکی، بےنفسی اور خلوص کے جذبات پروان چڑھائے ہیں۔ اب مسلمانوں کا تمام تر فخر وشرف صرف اللہ رب العزت کے دین سے وابستہ ہے۔ نہ کوئی قومیت ہے نہ عصبیت نہ گروہ بندی ہے نہ قبیلہ پروری۔ ابتدائی دورِ اسلام میں حکومتِ اسلامیہ کی ترقی کا یہی راز تھا، بعد ازاں سیاسی اختلافات، نسلی گروہ بندی اور قومی عصبیتیں جاگ اُٹھیں اور ایک دین کے پیروکاروں میں ذاتی مفادات، شخصی مصلحتیں، اور انفرادی مقاصد پھوٹ پڑے۔

جب تک مسلمان ایک دین کے پیروکار رہے، اُنھیں عزت وقوت نصیب ہوئی اور اخوت و محبت کے مخلصانہ جذبات نے ان کے دلوں میں باہمی الفت موجزن رکھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝﴾

''اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اور گروہ بندی اختیار نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے اِس احسان کو یاد رکھو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے لیکن اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمھیں آگ میں گرنے سے بچا لیا۔

اللہ تعالیٰ تمھارے سامنے اسی طرح اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پر قائم رہو۔''[1]

پس مسلمان باہم متحد اور یک جان ہوتے ہیں، چاہے ان کے وطن اور رنگ میں کتنا ہی اختلاف ہو وہ ایک دل کی طرح ہوتے ہیں، ان کو ایک دین اور ایک محبت نے اکٹھا کر کے رکھا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دین اور اللہ کی ذاتِ عالی کی محبت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

''بلاشبہ مومنین باہم بھائی بھائی ہیں۔ اپنے بھائیوں میں صلح قائم رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔''[2]

اس باب میں مسلمان دوسری قوموں سے ممتاز ہیں، ممکن ہے کوئی ظاہر بین شخص یہ محسوس کرے کہ منافقین اور کفار بھی محبت کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت وہ دلی طور پر ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ تفریق نے ان کی صفیں پھاڑ دی ہیں۔ بغض اور انانیت نے ان کو بکھیر رکھا ہے کیونکہ وہ اُس روحانی حقیقت سے غافل اور بے خبر ہیں جو دلوں میں وحدت اور الفت پیدا کرتی ہے۔ اخوت و محبت کے بیج بوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ﴾

''ان کے مابین شدید مخاصمت ہے۔ تم سمجھتے ہو وہ اکٹھے ہیں، حالانکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ بے عقل ہیں۔''[3]

[1] آل عمران 103:3۔ [2] الحجرات 10:49۔ [3] الحشر 14:59۔

یہ وہ دینی حقیقت ہے جس سے مومن بہرہ ور ہیں اور ان کی محبت اور دوستی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس لیے ان کی محبت اور ناراضی کا معیار بھی ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت نہیں کرتے۔ چاہے وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا ان کے کنبے کے افراد ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں میں ایمان ثبت کر دیا ہے اور انھیں روحانی تائید بخشی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی جماعت والے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔“[1]

مومنین کا اس حقیقت پر ایمان انھیں مجبور کرتا ہے کہ آپس میں بھائیوں کی طرح الفت و محبت اور باہمی تعاون سے رہیں تاکہ وہ دشمنوں کی شرارتوں کا دفاع کر سکیں۔ ان کے روبرو اپنی اخوت و محبت کا بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

”محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافروں کے خلاف بہت سخت مگر آپس

[1] المجادلة 22:58.

میں بہت رحیم وشفیق ہیں۔"[1]

سید قطب شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وہ کافروں پر بہت سخت تھے، حالانکہ ان میں ان کے باپ، بھائی، رشتہ دار اور دوست احباب بھی شامل تھے۔ انھوں نے ان تمام تعلقات کو توڑ دیا۔ وہ آپس میں رحیم ہیں، کیونکہ وہ دینی لحاظ سے بھائی ہیں اس لیے ان کی سختی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے اور ان کی نرمی وشفقت بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ناراضی بھی عقیدے کی بنا پر اور خوشنودی بھی عقیدے کی بنا پر، اپنی ذات کا کوئی مفاد مطلق مدنظر نہیں۔ وہ صرف عقیدے کی بنیاد پر اپنے تمام جذبات، احساسات، طرزِ عمل اور تعلقات اختیار کرتے ہیں۔ وہ عقیدے ہی کی بنا پر دشمنوں پر سخت ہیں اور اسی عقیدہ کے باعث وہ اپنے اسلامی بھائیوں کے لیے نرم ہیں۔ ان میں انانیت اور خودغرضی نام کو نہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے متاثر ہوتے ہیں۔"[2]

لہٰذا مسلمان محبت واخوت اور اتفاق واتحاد میں خلوص اور للّٰہیت کی وجہ سے ایک عظیم قوت بن گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا»

"ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہی ہے جیسے عمارت کے اجزاء ایک دوسرے کی مضبوطی کا باعث ہیں۔"[3]

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو آپس میں (بطور وضاحت) پیوست کر کے دکھایا۔

[1] الفتح 48:29.

[2] تفسير في ظلال القرآن: 9/376.

[3] صحيح البخاري، الصلاة، باب تشبيك الأصابع، حديث: 481، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تراحم المؤمنين، حديث: 2585.

مسلمانوں کی وحدت اور قوت کا اظہار آپس میں محبت، مہربانی اور شفقت ہی سے ہوتا ہے۔ اسی چیز نے اُنھیں جوڑ رکھا ہے اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَرى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى»

''مومن ایک دوسرے پر رحمت، مہربانی اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر بدن کے ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اس کی بنا پر بیدار رہتا اور تپ زدہ ہو جاتا ہے۔''[1]

دلوں میں محبت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک شخص دوسرے میں قبولیت و مناسبت پاتا ہے۔ اس طرح روحوں میں مناسبت پیدا ہوتی ہے اور طبیعت اور مزاج موافق ہو جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

«اَلْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ»

''روحوں کے بھی الگ الگ گروہ ہیں جو ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں ان میں یہاں بھی محبت ہو جاتی ہے۔ اور جو وہاں ایک دوسرے سے متعارف نہ ہوں ان میں یہاں بھی اختلاف ہوتا ہے۔''[2]

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث: 6011، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تراحم المؤمنين، حديث: 2586.

[2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب الأرواح جنود مجندة، حديث: 3336، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب الأرواح جنود مجندة، حديث: 2638.

جب محبت کی اساس اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہو تو مومن کے دل و دماغ میں ایک بے مثال روشنی پیدا ہوتی ہے جو اسے مادہ اور محسوسات سے بہت بلند کر دیتی ہے، پھر وہ کسی سے اپنی غرض و غایت یا مفاد کی بنا پر محبت نہیں کرتا، اس کی محبت فی اللہ ہوتی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا أَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰهِ إِلَّا أَكْرَمَ رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ»

''جب کوئی بندہ دوسرے سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے محبت رکھتا ہے تو حقیقت میں وہ اپنے پروردگار کی تکریم کرتا ہے۔''[1]

اور جوں جوں اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھتا جاتا ہے اس محبت میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اور وہ محبت بھی اتنی ہی خالص ہوتی چلی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا تَحَابَّ رَجُلَانِ فِي اللهِ إِلَّا كَانَ أَحَبُّهُمَا إِلَى اللهِ أَشَدَّهُمَا حُبًّا لِّصَاحِبِهِ»

''جب دو شخص لوجہِ اللہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو جو شخص زیادہ محبت کرے وہ اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ محبت کرنے والا ہوتا ہے۔''[2]

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور سمجھاتے تھے کہ جس قدر باہمی محبت پختہ ہوگی اسی قدر ایمان باللہ بھی مضبوط ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«يَا أَبَا ذَرٍّ! أَيُّ عُرَى الْإِيمَانِ أَوْثَقُ؟» قَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ،

[1] مسند أحمد: 259/5.

[2] المستدرك للحاكم: 171/4، والأدب المفرد، حديث: 544.

قَالَ: «الْمُوَالَاةُ فِي اللهِ وَالْحُبُّ فِي اللهِ»

"اے ابوذر! ایمان کا کون سا حلقہ زیادہ مضبوط ہے؟" انھوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے لیے دوستی رکھنا اور اللہ کے لیے محبت کرنا۔"[1]

اور یہ ایمان کا بلند درجہ ہے جس تک اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہی پہنچتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن اپنے قرب اور اپنی محبت و رحمت سے سرفراز فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَدْلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ»

"سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے سائے تلے جگہ مہیا فرمائے گا جس دن کوئی اور سایہ نہ ہوگا: (1) انصاف کرنے والا حاکم۔ (2) وہ نوجوان جو شروع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہا۔ (3) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ (4) وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اس پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ (5) وہ آدمی جسے کوئی بلند مرتبہ خوبصورت عورت دعوت (برائی) دے لیکن وہ کہہ دے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ (6) وہ

[1] شعب الإيمان للبيهقي، باب في مباعدة الكفار و المفسدين، حديث: 9513.

آدمی جو اس قدر چھپا کر صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے۔ ⑦ وہ شخص جو علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے روئے۔''[1]

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات جان لینی چاہیے کہ محبت اور بغض پوشیدہ چیزیں ہیں۔''

اس کی تفصیل یہ ہے کہ صحبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اتفاقیہ، مثلاً پڑوس، جماعت، سکول، بازار، شاہی دربار یا سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ اُٹھنا، بیٹھنا یا رہنا پڑتا ہے۔ دوسری قسم قصداً اختیاری طور پر کسی سے تعلقات رکھنا۔ یہ دوسری قسم ہی ہمارا مقصود ہے۔ کیونکہ دینی تعلق و محبت اسی قسم میں داخل ہے۔ ثواب اختیاری کاموں ہی میں ملتا ہے اور رغبت بھی انھی میں دلائی جاتی ہے۔ صحبت سے مراد اُٹھنا بیٹھنا، ملنا جُلنا اور ساتھ رہنا ہے۔ یہ چیزیں اسی وقت ہوتی ہیں جب انسان کسی سے محبت کرے۔ کیونکہ جس سے محبت نہ ہو اس سے تو انسان دور رہتا ہے اور اُس سے کوئی میل جول ہی نہیں رکھتا۔

اور جو شخص محبت کرتا ہے اس کا مقصد یا تو اس کے ذریعے سے اپنے کسی مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے یا وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہے۔ پہلی صورت میں اس کا مقصود دنیوی بھی ہو سکتا ہے اور اُخروی بھی۔[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ اِلَيْهِمْ

[1] صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة باليمين، حديث: 1423، و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث: 1031.

[2] إحياء علوم الدين: 2/161.

﴿بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾

''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے دوستی رکھتے ہو؟ حالانکہ وہ تمھارے پاس آنے والے حق سے انکاری ہیں۔''[1]

اس آیت میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قطع تعلق کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان سے دوستی مسلمانوں کو بھی گمراہ کرسکتی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ لازمی بات ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتا ہے وہ بغض بھی اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے رکھتا ہے کیونکہ جب تو کسی انسان سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور محبوب ہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو لازمی بات ہے کہ تو اس سے ناراض ہو جائے گا۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ اور جو شخص کسی سبب کی بنا پر محبت کرتا ہے تو وہ لازماً اس کی ضد کی وجہ سے بغض بھی رکھے گا۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ جدا نہیں ہو سکتے، مزید برآں محبت اور بغض دل میں پوشیدہ بیماریاں ہیں۔ ان کا اظہار تو غلبے کے وقت ہوتا ہے۔ دوست دشمن کا پتا قرب و بعد اور موافقت ومخالفت سے چلتا ہے۔ جب محبت اور بغض اعمال وافعال میں آ جائیں تو اسے دوستی اور دشمنی کہا جاتا ہے۔''[2]

اِس لیے کفار کے ساتھ دوستی سے روکا گیا ہے اور اُن لوگوں سے محبت کرنے سے ڈرایا گیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کا اظہار ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا

[1] الممتحنة 60:1.

[2] إحياء علوم الدين: 2/166.

﴿ يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴾

''اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ نے غضب (نازل) کیا اور وہ آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جس طرح کفار قبروں والوں (کے جی اٹھنے) سے مایوس ہو گئے۔''[1]

مومن جب اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے تو وہ اپنی محبت اپنے دینی بھائیوں کے لیے خاص کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔ اور اس محبت میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملے گا۔

علامہ نبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اپنے پیارے نبیؐ حضرت محمد ﷺ سے تمام مخلوقات سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور ہم ان سب لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جن کی تعریف کتاب وسنت اور ائمہ نے کی ہے، مثلاً: انبیاء علیہم السلام، اولیاء رحمہم اللہ اور نیک لوگ وغیرہ، اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کی وجہ ہی سے ان تمام لوگوں سے بغض رکھتے ہیں جن کی اللہ، اس کے رسول اور ائمہ کرام نے مذمت کی ہے، مثلاً: کافر، فاسق، بدعتی اور گمراہ لوگ۔''

انسان سے بیک وقت اس کی نیکیوں کی بنا پر محبت کی جاتی ہے اور برائیوں کی بنا پر ناراضی رکھی جاتی ہے۔ مثلاً: کوئی شخص فاسق مومن ہو تو ہم اس سے اس کے ایمان کی وجہ سے محبت اور اس کے فسق کی وجہ سے بغض رکھیں گے۔[2]

حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ اور مومنین سے محبت کرنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے محبت ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی مومنین سے اسی بنا پر محبت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت

[1] الممتحنة 13:60.

[2] سبیل النجاة، ص:2,1.

رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت انتہائی کامل تھی، اسی لیے آپ اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں سے سب سے بڑھ کر محبت رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں سے سب سے بڑھ کر بغض رکھتے تھے۔"[1]

گویا اسلام محبت کو دینی اور اخلاقی جہت عطا کرتا ہے، اسی بنا پر اسے دوام حاصل ہو جاتا ہے اور وہ زندگی کے تغیرات اور انسانی خواہشات سے ماورا ہو جاتی ہے۔

شیخ علی حسن شرفی فرماتے ہیں:

"محبت و اخوت نسب کی بنا پر بھی ہوتی ہے، دین کی بنا پر بھی اور وطن بھی اس کا سبب ہو سکتا ہے۔ صفات کی مماثلت بھی موجب محبت ہے۔ معاملات اور لین دین کی بنا پر بھی محبت ہو جاتی ہے، لیکن ان سب میں سے مضبوط قابل اعتماد اور دیرپا دینی محبت ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتی اور حالات و حوادث اس میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتے۔ محبت کسی قوم اور زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔"[2]

انسان کی کسی قوم سے محبت اس کو اسی میں سے بنا دیتی ہے اور اُسے اُسی میں شامل کر دیتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہے مگر ان سے مل نہیں سکا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ»

"آدمی اسی شخص کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔"[3]

[1] العبودیة لابن تیمیة، ص: 55.

[2] حقوق الأخوة في الله، ص: 21.

[3] صحیح البخاري، الأدب، علامة الحب في الله......، حدیث: 6168، و صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحبّ، حدیث: 2640.

صحابہ یہ ارشاد سن کر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے اس فرمودہ مبارک کو جنت میں نبی ﷺ کے ساتھ ملاقات کا وعدہ سمجھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«رَأَيْتُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَرِحُوا بِشَيْءٍ لَمْ أَرَهُمْ فَرِحُوا بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْهُ، قَالَ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللهِ! الرَّجُلُ يُحِبُّ الرَّجُلَ عَلَى الْعَمَلِ مِنَ الْخَيْرِ يَعْمَلُ بِهِ، وَلَا يَعْمَلُ بِمِثْلِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ»

''میں نے دیکھا کہ صحابہ ایک بات سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ کبھی کسی اور چیز سے اس قدر خوش نہیں ہوئے، وہ بات یہ تھی کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایک شخص کسی کی نیکی کی وجہ سے دوسرے سے محبت کرتا ہے مگر اس جیسے عمل نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اس شخص کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبیٔ کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص قریب سے گزرا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَعْلَمْتَهُ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَعْلِمْهُ» قَالَ: فَلَحِقَهُ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللهِ، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ.

''کیا تو نے اسے بتلایا ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جا، اس کو بتلا۔'' وہ شخص اس سے ملا اور کہا میں تجھ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ اس نے

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب الرجل يحب الرجل......، حديث: 5127.

جواب دیا: تجھ سے بھی وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو نے مجھ سے محبت کی۔“ [1]

مسلمان بھائیوں سے محبت کے دلائل اور ان کے حقوق: مسلمان بھائیوں سے محبت ان دلوں کو روشن کرتی ہے جو ایمان کی بدولت مطمئن ہوتے ہیں، اللہ کے خوف سے آباد ہوتے ہیں۔ اللہ کو راضی کرنے کے آرزومند ہوتے ہیں ہر وقت اس کی محبت کے پیاسے رہتے ہیں۔ جب دل محبت سے بھر جاتے ہیں تو تمام اعضاء بھی اس محبت میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اور اس محبت کے دلائل و آثار تمام حرکات و سکنات سے عیاں ہوتے ہیں۔

دینی بھائیوں سے محبت کی چند علامات ہیں، مثلاً:

① **خالص محبت:** سچی محبت ایمان کی پختگی کی دلیل ہوتی ہے، اس سے عقیدہ سلامت رہتا ہے اور باطن صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ [2]

پس دوسروں کا بھلا چاہنا، ان کی خوش نصیبی کا خواہش مند رہنا اور انھیں ہر قسم کے شر اور بدبختی کے اسباب سے بچانا سچی محبت کی نشانیاں ہیں۔

② **علانیہ محبت اور دوستی:** اسلام ہمیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ جس شخص سے ہم خالص اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کریں، علانیہ کریں اور اس جذبۂ محبت کو اپنے قول اور عمل سے ظاہر کریں۔ مناسب ہے کہ مومن اپنے بھائی سے صریح الفاظ میں محبت کا اظہار کرے۔ اس اظہار سے وہ

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب الرجل يحب الرجل......، حديث: 5125.

[2] صحيح البخاري، الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه......، حديث: 13، و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان......، حديث: 45.

خوشی اور نیک بختی محسوس کرے گا اور باہمی محبت اور اخوت کے تعلقات پروان چڑھیں گے۔ جب مسلمان کے دل و دماغ میں یہ بات جاگزیں ہوگی کہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو مجھ سے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں۔ اور ان کی یہ محبت دنیوی اغراض و مقاصد سے پاک ہے۔ اس طرح وہ معاشرے میں تنہائی اور گھبراہٹ محسوس نہیں کرے گا بلکہ محبت و اخوت کے جذبات سے معمور ہو جائے گا اور معاشرے میں اس کے اثرات، لامحالہ امن اور باہمی تعاون کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ»

''جب کسی شخص کو اپنے (دینی) بھائی سے محبت ہو تو وہ اسے بتا دے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔''[1]

③ **سلام کی کثرت:** السلام علیکم کہنا دراصل اسلام کی دعوت ہے۔ اس میں امن، اطمینان، خوشنودی اور قبولیت کا اظہار ہے اور محبت و سکون کی تشہیر ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سلام کہنا باہمی محبت کا پہلا زینہ اور محبت و دوستی کی چابی ہے۔ سلام جس قدر زیادہ فروغ پائے گا مسلمانوں کی باہمی الفت اتنی ہی بڑھے گی۔ دیگر مذاہب سے امتیاز ظاہر ہوگا، نیز اس میں روحانی تربیت، عاجزی، تواضع اور مسلمانوں کے احترام کے جذبات پوشیدہ ہیں۔''[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب الرجل يحب الرجل ، حديث: 5124، و جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في إعلام الحب، حديث:2392.

[2] شرح مسلم للنووي:2/26.

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ»

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنت میں نہیں جا سکو گے حتی کہ تم مومن بن جاؤ اور تم صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرو۔ میں تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے گی؟ آپس میں کثرت سے سلام کہا کرو۔''[1]

سلام کی کثرت محبت و الفت کی دلیل ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا»

''جب بھی دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''[2]

4 باہمی ملاقات: باہمی ملاقات محبت کی تجدید کرتی ہے، محبت کو قائم و دائم رکھتی ہے اور دل و دماغ میں محبت و الفت کے جذبات بیدار کرتی ہے۔

مسلمان جب اپنے دینی بھائی سے ملاقات کے لیے جاتا ہے تو وہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ میل ملاقات خالص

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أنه لايدخل الجنة إلا......، حديث: 54، وجامع الترمذي، الاستئذان، باب ماجاء في إفشاء السلام، حديث:2688.

[2] سنن أبي داود، الأدب، باب في المصافحة، حديث: 5211، وجامع الترمذي، الاستئذان، باب ماجاء في المصافحة، حديث:2727 و اللفظ له.

اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور دنیوی اغراض و مقاصد سے پاک ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: أُرِيدُ أَخًا لِّي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ: هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا، قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ [عَزَّوَجَلَّ] قَالَ: فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ»

''ایک آدمی دوسری بستی میں اپنے دینی بھائی سے ملنے گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا۔ جب وہ فرشتے کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: میں اس بستی میں اپنے ایک دینی بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: کیا تو اس پر کوئی احسان تو نہیں کرنا چاہتا؟ اس نے کہا: نہیں، میں تو اس سے خالص اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: تو پھر سن لے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی تجھ سے اسی طرح محبت ہے جس طرح تو اپنے بھائی سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتا ہے۔'' [1]

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا أَبَا رَزِينٍ! إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا زَارَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يُّصَلُّونَ عَلَيْهِ، يَقُولُونَ: اللّٰهُمَّ! كَمَا وَصَلَهُ فِيكَ فَصِلْهُ»

''اے ابورزین! جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملنے جاتا ہے تو اسے ستر

[1] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الحب في الله تعالى، حديث: 2567.

ہزار فرشتے رخصت کرتے ہیں اور اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ ''اے اللہ! جس طرح اس نے تیری خاطر صلہ رحمی کی ہے تو بھی اسے اپنی رحمت سے بہرہ ور فرما۔''[1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ»

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو چکی ہے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں یا ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں یا ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں یا وہ ایک دوسرے پر میری خاطر خرچ کرتے ہیں۔''[2]

5 بیمار کی مزاج پرسی کرنا: مریض کی مزاج پرسی کرنے سے مریض کے دل میں اُمید اور نیک بختی پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک نفسیاتی چیز ہے جو جلد شفایابی میں بہت مؤثر ہے، اسی بنا پر اسلام نے بیماروں کی عیادت کی طرف رغبت دلائی ہے بلکہ تاکید کی ہے کہ مریض کے پاس بیٹھ کر تسلی اور حوصلہ دلانے والی باتیں کی جائیں۔ اس کے پاس موت کا ذکر نہ کیا جائے۔

جب عیادت صرف اللہ کی محبت، خالص دوستی اور خلوصِ نیت سے کی جائے تو اس کا اثر اور فائدہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَّهُ فِي اللهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا»

''جو شخص کسی بیمار کی مزاج پرسی کرتا ہے یا اپنے دینی بھائی سے ملنے جاتا ہے تو ایک آواز دینے والا فرشتہ اس سے یوں خطاب کرتا ہے: تو پاکیزہ ہے، تیرا یہ چلنا بھی

1 المعجم الأوسط للطبراني، حديث:8320، وإسناده ضعيف جدًا، و مجمع الزوائد: 317/8.

2 الموطأ للإمام مالك، الجامع، باب ماجاء في المتحابين في الله، حديث: 122.

پاکیزہ ہے۔ تو نے جنت میں گھر بنا لیا۔" [1]

⑥ خندہ پیشانی سے پیش آنا: باہمی محبت و الفت کے اہم اسباب کسرِ نفسی، نرمی اور خندہ پیشانی ہیں۔ نبیٔ رحمت ﷺ اپنے ساتھیوں سے بہت نرمی اور کسرِ نفسی سے پیش آتے تھے۔ حتی کہ کئی دفعہ آپ ان میں سے کسی کے لیے اپنی چادر مبارک اتار کر بچھا دیا کرتے تھے اور اسے اس پر بٹھاتے تھے۔ اگر صحابہ آپ کے احترام میں کھڑے ہوتے تو آپ انھیں ڈانٹتے تھے کہ ایسا عمل تو عجمی اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝﴾

"اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم ہیں۔ اگر آپ دُرشت خو اور سخت مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے، لہٰذا ان سے درگزر فرمایا کیجیے بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی بخشش طلب کیجیے۔ اور انتظامی معاملات میں ان سے مشورہ کیجیے، البتہ جب آپ پختہ ارادہ فرما لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیجیے۔ اللہ تعالیٰ انھی لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس پر بھروسا رکھتے ہیں۔" [2]

اسلام نے کسرِ نفسی اور نرمی کا حکم دیا ہے، اور بتایا ہے کہ نرمی، خندہ پیشانی اور خوش طبعی دلوں میں محبت گاڑ دیتی ہے۔

حضرت شیبہ حجبی رحمہ اللہ اپنے چچا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ماجاء في زيارة الإخوان، حديث: 2008، و سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ثواب من عاد مريضاً، حديث: 1443.

[2] آل عمران 3:159.

«ثَلَاثٌ يَصْفِينَ لَكَ وُدَّ أَخِيكَ: تُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيتَهُ، وَتُوَسِّعُ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ، وَتَدْعُوهُ بِأَحَبِّ أَسْمَائِهِ إِلَيْهِ»

”تین چیزوں سے تیری اپنے بھائی سے محبت خالص ہو جاتی ہے، جب تو اسے ملے تو سلام کہے، اور اس کو اپنی جگہ بٹھائے اور اس کو اس نام سے پکارے جو اس کے لیے پسندیدہ ترین ہو۔“[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«ثَلَاثٌ يُثْبِتْنَ لَكَ الْوُدَّ فِي صَدْرِ أَخِيكَ: أَنْ تَبْدَأَهُ بِالسَّلَامِ، وَتُوَسِّعَ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ، وَتَدْعُوهُ بِأَحَبِّ الْأَسْمَاءِ إِلَيْهِ»

”تین چیزیں تیرے بھائی کے سینے میں تیری محبت راسخ کرتی ہیں یہ کہ تو اسے پہلے سلام کہے، اسے احترام سے بٹھائے اور اسے اس نام سے پکارے جو اسے زیادہ پیارا ہو۔“[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ، وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ أَخِيكَ»

”ہر نیکی صدقہ ہے۔ اور یہ بھی بہت بڑی نیکی ہے کہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے اور اُس کے برتن کو اپنے ڈول سے بھر دے۔“[3]

(7) **اچھی مہمان نوازی:** اپنے دینی بھائیوں سے محبت کی ایک علامت ان کی اچھی مہمان نوازی ہے۔ مہمان نوازی کا فرض ادا کرنا ایمان، عقیدے کی درستی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دلیل ہے۔

---

1. المستدرك للحاكم: 429/3 ضعيف.
2. الكامل للمبرد: 66/1.
3. جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في طلاقة الوجه......، حديث: 1970.

حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ . . .»

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ ایک دن، رات تو اسے خصوصی طور پر پُر تکلف کھانا پیش کرے اور تین دن تک عام کھانا کھلائے، اس کے بعد صدقہ ہے۔''[1]

مسلمان پر اپنے بھائی کی مہمان نوازی واجب ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو گنہگار ہوگا، البتہ فرض مہمانی کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں۔ اس سے زائد صدقہ ہے جس پر اسے ثواب ملے گا اور وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ اگر کوئی شخص اپنے مہمان کے واجب حق میں کوتاہی کرے گا یا فرض مہمانی ادا نہیں کرے گا تو اس مہمان کا حق سب مسلمانوں پر واجب ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ ایک رات کا کھانا اپنے میزبان کے مال سے (زبردستی) لے سکتا ہے۔

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّمَا رَجُلٍ أَضَافَ قَوْمًا، فَأَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُومًا، فَإِنَّ نَصْرَهُ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَتّٰى يَأْخُذَ بِقِرَى لَيْلَةٍ مِّنْ زَرْعِهِ وَمَالِهِ»

''جو شخص کسی قوم کا مہمان بنے اور وہ مہمانی سے محروم رہے تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے حتیٰ کہ وہ ایک رات کی مہمانی اپنے میزبان کے مال یا کھیتی سے وصول کر لے۔''[2]

---

1. صحيح البخاري، الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته......، حديث: 6135، و سنن أبي داود، الأطعمة، باب ماجاء في الضيافة، حديث: 3748.
2. سنن أبي داود، الأطعمة، باب ماجاء في الضيافة، حديث: 3751.

اسلام نے اچھی مہمانی پر بہت زور دیا ہے کیونکہ اس سے دوستی پیدا ہوتی ہے، محبت کا اظہار ہوتا ہے، باہمی روابط مضبوط ہوتے ہیں اور دلوں میں محبت کی جڑیں گہری ہوتی ہیں۔ مسلمان کا اپنے دینی بھائی سے احترام و محبت کا سلوک محبت کو دل میں پختہ کرتا ہے۔ کینے اور غصے کا خاتمہ کرتا ہے، اسی طرح ان کی باہمی الفت اور دوستی بڑھ جاتی ہے۔

مہمان نوازی کے آداب میں بنیادی بات یہ ہے کہ خلوص برتا جائے، محبت سچی ہو، احسان نہ جتلایا جائے اور ریا کاری سے اجتناب کیا جائے کیونکہ مسلمان جو کچھ خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محض اس کی رضا اور اجر حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی لا لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًی ط وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی لا كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ط لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ط وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝﴾

”جو لوگ اپنے مال خالص اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد اس کا احسان نہیں جتلاتے، اور نہ دکھ دیتے ہیں تو ان کا اجر اُن کے رب تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔ انھیں خوف ہوگا نہ غم۔ اچھی بات اور بخشش کی طلب اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف دی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ بے پروا اور بردبار ہے۔ اے ایمان والو! اپنے صدقات احسان جتلا کر یا تکلیف دے کر ضائع نہ کرو جس طرح وہ شخص اکارت کر دیتا ہے جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ

اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پتھر پر مٹی پڑی ہوئی ہو، اوپر سے موسلا دھار بارش برسے اور اسے بالکل صاف کر دے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی اپنے کاموں کا کچھ ثواب حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔“[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ، فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ وَالْمُتَفَحِّشَ، وَإِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ فَإِنَّهُ هُوَ الظُّلُمَاتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَإِنَّهُ دَعَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَسَفَكُوا دِمَاءَهُمْ، وَدَعَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَقَطَعُوا أَرْحَامَهُمْ، وَدَعَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاسْتَحَلُّوا حُرُمَاتِهِمْ»

”بدکلامی اور بداخلاقی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بدکلام اور بداخلاق شخص کو پسند نہیں فرماتا۔ اور ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن بے شمار اندھیروں کا سبب بن جائے گا۔ حرص سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو آپس میں خون ریزی کرنے، رشتے ناتے توڑنے اور باہمی حرمتوں کو پامال کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔“[2]

حرص کا اثر صرف ایک شخص تک محدود نہیں رہتا بلکہ دوسرے لوگوں تک بھی پہنچتا ہے۔ حرص کا جذبہ معاشرے میں اختلافات اور لڑائیاں پیدا کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حرمتوں کا احترام باقی نہیں رہتا۔ رشتے ناتے ٹوٹ جاتے ہیں اور لوگوں میں بغض و عداوت کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔

---

[1] البقرۃ 2:262-264.

[2] المستدرک للحاکم: 12/1، وصحیح ابن حبان، الغضب، باب ذکر الزجر عن الظلم و الفحش و التفحش، حدیث: 5177.

⑧ **دعوت قبول کرنی چاہیے:** دعوت قبول کرنے کی بڑی برکات ہیں۔ اس سے داعی کو اپنے ساتھیوں میں اپنے بلند مرتبے کا احساس ہوتا ہے۔ اور دل میں خوشی کی لہر اُٹھتی ہے۔ اس سے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں، اخوت و محبت کے جذبے فروغ پاتے ہیں اور رشتے ناتے پکے ہو جاتے ہیں۔

دعوت قبول کرنا مسلمان پر فرض ہے کیونکہ اس میں تواضع اور نرم دلی کارفرما ہوتی ہے۔ محبت مضبوط ہوتی ہے اور دوستی خالص اور بے غرض ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا»

''جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو ضرور جائے۔''[1]

انھی سے ایک اور روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ، وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيرًا»

''جس کو دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اور جو بن بُلائے جائے وہ چور بن کر گیا اور ڈاکو بن کر لوٹا۔''[2]

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بھائی کی دعوت قبول کرے کیونکہ اس میں محبت و احترام پایا جاتا ہے۔ اور دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں دعوت دینے والے کو تکلیف ہو گی اور اسے اپنی توہین وتحقیر کا احساس ہو گا، مزید برآں یہ عمل دعوت قبول نہ کرنے والے کا تکبر ہو گا اور دعوت دینے والے کی حق تلفی اور حدِ ادب سے تجاوز ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس سے

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب حق إجابة الوليمة والدعوة......، حديث: 5173، وسنن أبي داود، الأطعمة، باب ماجاء في إجابة الدعوة، حديث: 3736.

[2] سنن أبي داود، الأطعمة، باب ماجاء في إجابة الدعوة، حديث: 3741.

منع فرمایا ہے اور اسے نافرمانی اور شریعت سے روگردانی قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِينُ، وَمَنْ لَّمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ»

''بدترین کھانا وہ ضیافت ہے جس میں مال دار لوگوں کو بلایا جائے اور مساکین کو مدعو نہ کیا جائے۔ اور جو شخص دعوت میں نہ آئے اس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔''[1]

9 **باہمی تعاون اور دل جوئی:** جب مسلمان اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے تو اس سے اس کی محبت کا اظہار و اعلان ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ جو کسی مسلمان کی پریشانی دُور کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ہولناک پریشانیوں میں سے ایک بڑی پریشانی اس سے دور فرما دے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔''[2]

1 سنن أبي داود، الأطعمة، باب ماجاء في إجابة الدعوة، حديث:3742.

2 صحيح البخاري، المظالم، باب لايظلم المسلم المسلم......،حديث:2442،و صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2580.

یہ بھی اپنے بھائی کی مدد ہے کہ اس پر ظلم ہو تو اس کا دفاع کرے، اس کا حق چھینا جائے تو اُسے لے کر دے، اس پر قرض ہو تو اس کی جگہ ادا کرے۔ اسے غم وفکر ہو تو اس کے ازالے کی کوشش کرے۔ اسے تنگی اور پریشانی ہو تو اُسے دور کرنے میں بھرپور مدد دے۔

آدمی خود تو اکیلا ہوتا ہے مگر دینی بھائیوں کی مدد سے بڑا بھاری بھرکم بن جاتا ہے وہ سختیوں کے وقت ان کو باوفا اور معتبر ساتھی پاتا ہے جو اس کی تکالیف کے ازالے کے لیے اس سے تعاون کرتے ہیں اور مصائب کی تاریکی میں اُسے تن تنہا، بے یارومددگار نہیں چھوڑتے۔ ایسے حالات میں محبت دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتی ہے اور باہمی دوستی کے تعلقات مستحکم ہو کر اخوت کی منزل تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

⑩ **خیر خواہی اور صائب مشورہ:** اپنے بھائی سے محبت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اسے اچھا مشورہ دیا جائے۔ خیر خواہی اور خلوص کا برتاؤ کیا جائے، یہ اس سے سچی محبت اور بے لوث دوستی کا ثبوت ہے۔

خیر خواہی کا اثر صرف فرد ہی پر نہیں بلکہ پورے معاشرے پر پڑتا ہے۔ خیر خواہی سے ہی معاشرہ درست ہوتا ہے۔ نیکی تمام ہوتی ہے۔ برائی چھپ جاتی ہے۔ انصاف پھیل جاتا ہے۔ ظلم ختم ہو جاتا ہے۔ نیکی کی شان بالیدہ ہو جاتی ہے اور برائی محو ہونے لگتی ہے۔

سلیم الطبع اشخاص کو قوت اور غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور باطل پرست لوگ رسوا ہو جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ»

”جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے خیر خواہی کا طلبگار ہو تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔“[1]

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب هل يبيع حاضر لباد بغير أجر......، قبل الحديث:2157، و مسند أحمد: 418/3.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

«بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ»

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور میں نماز قائم کروں گا، زکاۃ ادا کروں گا، آپ ﷺ کی بات سنوں گا، اطاعت کروں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔''[1]

بھائیوں سے خیر خواہی یہ بھی ہے کہ انھیں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ اور انھیں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غصے اور سزا کا مورد نہ ٹھہریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللهُ ۗ إِنَّ اللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝﴾

''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں زکاۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔''[2]

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب هل يبيع حاضر لباد بغير أجر......، حديث: 2157.

[2] التوبة 71:9.

فریضۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بدولت امت کو بہتری اور خیر کثیر حاصل ہوتی ہے۔ برائی رُک جاتی ہے اور ظلم وزیادتی کا انسداد ہوتا ہے۔

باب 3
جذباتی محبت

اسلام میں جذباتی محبت کی حیثیت

اسلام پاک بازی، طہارت، اور صفائی کا دین ہے۔ وہ ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دینے کا خواہش مند ہے جس میں عفت اور پاک بازی کی حکمرانی اور طہارت و نظافت کی فضا ہو۔

اسلام پاکیزہ معاشرہ تشکیل دے کر اخلاق و عادات کو ہفوات اور جذبات و شہوات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ضابطے وضع کرتا ہے جو معاشرے کے لیے نیک بختی اور امن و اطمینان کے ضامن ہیں۔ تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ جذبات کو کھلا چھوڑ دینے اور جنسی آزادی کا لازمی نتیجہ اخلاق کی تباہی اور اُمتوں کی ہلاکت ہے۔ اس لیے اسلام معاشرے میں صالح قوت اور بقا کے عناصر قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے ایسے قوانین وضع کرتا ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں تاکہ مسلمان ایسی ازدواجی زندگی میں نہ پھنس جائیں جو جسم اور روح کے تقاضوں میں تناقض پیدا کردے۔

پس جب اسلام انسانی طبیعت کے لیے اخلاقی ضابطے متعین کرتا ہے تو وہ اس کی فطرت کی روشنی میں یہ کام کرتا ہے۔ اور اس کے جسمانی اور روحانی تقاضوں کا پورا پورا لحاظ رکھتا ہے۔

اس لیے اسلام کا طریقہ کار دیگر مذاہب و ادیان سے منفرد ہے۔ اسلام سے انسانی زندگی بہترین انداز میں منظّم ہوتی ہے اور انسانیت گمراہی و جدیدیت کی تباہ کاریوں سے بھی محفوظ رہتی ہے۔

محبت انسان کی تمام فطری عادات میں سے انتہائی قوی اور اثر انگیز عادت ہے۔ اس کے اثرات انسانی زندگی میں بہت دُور رس ہیں۔ یہاں جس محبت کی بحث مقصود ہے اسے ''جذباتی محبت'' یا ''چہرے کا عشق'' کہا جاتا ہے۔

اسلام اس قسم کی محبت کا یکسر انکار نہیں کرتا کیونکہ بہر حال یہ ایک واقعاتی حقیقت ہے لیکن وہ اس کے لیے ایک اخلاقی بندھن تجویز کرتا ہے جسے عرفِ عام میں نکاح کہا جاتا ہے۔

نبیٔ کریم ﷺ نے جذباتی محبت کو ایک حقیقتِ واقعہ ہی کے طور پر لیا ہے۔ اس کا ثبوت یہ واقعہ ہے۔ ایک لونڈی کا غلام شوہر اپنی بیوی کا شیدائی تھا لیکن لونڈی اس غلام سے نفرت کرتی تھی۔ غلام اس لونڈی کے پیچھے پیچھے روتا ہوا جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ خود پیش قدمی فرمائی، لونڈی سے بات کی اور غلام کی سفارش فرمائی۔

اس واقعہ کی تفصیل بروایت حضرت ابن عباس یوں ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند غلام تھا، اس کا نام مغیث رضی اللہ عنہ تھا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں اُسے اب بھی دیکھ رہا ہوں، جب بریرہ آزاد ہوگئی تو اسے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگیا۔ وہ بیچارہ بریرہ کے پیچھے پیچھے مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومتا پھرتا تھا۔ اس کے آنسو ڈاڑھی پر بہ رہے تھے۔ حتی کہ نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«يَاعَبَّاسُ! أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ، وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا؟» فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ رَاجَعْتِهِ؟» قَالَتْ: يَارَسُولَ اللهِ! تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ؟» قَالَتْ: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ.

''اے عباس! کیا تمھیں تعجب نہیں کہ مغیث کو بریرہ سے کس قدر محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنا بغض ہے؟'' پھر آپ نے بریرہ سے فرمایا: ''اگر تو اسی کے گھر میں ہی آباد رہے تو کتنی اچھی بات ہے۔'' وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے حکم دے

رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔'' وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں۔[1]

بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جذبۂ محبت کو برا نہیں سمجھا بلکہ اس کی تصویب فرمائی، البتہ آپ نے پاک دامنی کے پیش نظر اس کی محبت کو شرعی رخ دینے کی کوشش فرمائی تبھی تو اسے بیوی بن کر رہنے کا مشورہ دیا۔

اس کے بارے میں رفاعی سرور کہتے ہیں:

''اس حدیث میں نبی ﷺ کی طرف سے اس واقعۂ محبت کی تصویب فرمائی گئی ہے کیونکہ آپ نے اس غلام صحابی کی حالت پر تعجب تو کیا، انکار نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اس لونڈی صحابیہ سے سفارش بھی کی کہ وہ نکاح برقرار رکھے، البتہ اُس لونڈی نے آپ کی سفارش قبول نہیں کی اور رسالت مآب ﷺ نے بھی اس کے جذبات کا احساس فرماتے ہوئے اس کا انکار برقرار رکھا۔''[2]

جو شخص شریعتِ اسلامیہ پر غور وفکر کرے گا اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اسلام کا یہ اسلوبِ خاص وجود وحیات کی ہر حرکت میں کارفرما ہے۔ اسلام انسان کو اس کے بدن، عقل اور روح ہر لحاظ سے مدنظر رکھتا ہے اور اس کی فطرت کے مطابق ہی اس کی زندگی کی تنظیم کرتا ہے۔

انسان بے روح نہیں ہے۔ وہ بے بدن بھی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عقل و معرفت کی وجہ سے تمام مخلوقات سے ممتاز ہے، اس لیے انسان دیگر تمام مخلوقات سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔

انسان کے بدن میں بہت سے فطری جذبات و احساسات ہیں۔ ان کی بنیاد پر انسانی

[1] صحيح البخاري، الطلاق، باب شفاعة النبيﷺ في زوج......، حديث: 5283، وسنن أبي داود، الطلاق، باب في المملوكة تعتق وهي...... ، حديث:2231.

[2] بيت الدعوة لرفاعي سرور، ص: 14.

شخصیت بنتی ہے۔ ان جذبات میں سب سے اہم فطری چیز محبت ہے۔ جس کے بہت سے عوامل اور اسباب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ ملتی جلتی چیزوں میں مناسبت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر چیز اپنے موافق کی طرف مائل ہوتی ہے اور مخالف سے گریز کرتی ہے، لہٰذا امتزاج و اتصال کا سبب باہمی تناسب اور یکسانیت ہے۔ فرق اور فاصلے کا سبب تناسب اور یکسانیت کا فقدان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر اور کارِ تخلیق میں یہی اصول کارفرما ہے کہ ہر چیز اپنی جیسی چیز کی طرف رجحان اور میلان رکھتی ہے اور اپنے مخالف سے دور بھاگتی ہے۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾

”اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک جنس سے پیدا فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اسے سکون و اطمینان حاصل ہو۔“[1]

اللہ تعالیٰ نے جوڑے کے سکون کا سبب یہ بتلایا ہے کہ وہ ہم جنس ہوتے ہیں، لہٰذا سکون کا سبب دراصل ان کا ہم جنس ہونا ہے اور یہ سکون محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ معلوم ہوا کہ محبت کا سبب خوبصورتی نہیں اور نہ قصد و ارادے کا اتفاق ہے بلکہ محبت صرف ہم جنس کی طرف میلان اور رجحان کا نام ہے۔

زندگی میں محبت کی زبردست اہمیت ہے اور اس کا اثر نہایت عظیم الشان ہے۔ محبت کے زیر

[1] الأعراف 189:7.

اثر یہ نوبت بھی آ جاتی ہے کہ انسان اس جذبے کا قیدی بن کر رہ جاتا ہے اور اپنے بلند مقاصد کو بھی فراموش کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے محبوب ہی کے مدار میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی چیز کو دیکھتا ہے نہ سنتا ہے بلکہ اصل مقصدِ زندگی عبادت سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

''اور میں نے جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔''[1]

پس ناروا عشق آدمی کی دنیا بھی خراب کرتا ہے اور آخرت کے لیے بھی شدید نقصان دہ ہے کیونکہ وہ اس کو پروردگارِ عالم کی عبادت سے غافل اور اس کے دینی فرائض سے دور کرتا ہے۔

آدمی اس فاسد محبت سے اپنے دل ودماغ کو ایک اور عظیم تر محبت کی مدد سے بچا سکتا ہے جو اُسے نیکی، ہدایت، تقویٰ اور پاک بازی عطا کرے گی اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت۔ انسان کو رب العزت کی الفت ومحبت میں ڈوب کر اپنی توجہ اور ہمت اپنے خالق ہی کی طرف مبذول رکھنی چاہیے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''انسان کسی محبوب چیز کو نہیں چھوڑ سکتا مگر اس سے زیادہ محبوب چیز کے ذریعے سے یا کسی شدید اذیت کے ڈر سے۔ پس دل کو فاسد محبت سے محفوظ رکھنے کے لیے صحیح محبت یا کسی شدید نقصان کا اندیشہ ضرور لاحق رہنا چاہیے۔''[2]

عشق فاسد کے خاتمے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے آپ کو اطاعت الٰہی کا عادی بنائے اور اپنا دل فاسد محبوب کی تمنا سے خالی کر دے۔

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

1. الذاريات 56:51.
2. العبودية لابن تيمية، ص:43,42.

''عشق دو چیزوں سے مرکب ہے: (1) معشوق کو خوبصورت سمجھنا۔ (2) اس کے حصول کی خواہش کرنا۔ اگر ان دونوں میں سے ایک چیز بھی ختم ہو جائے تو عشق بھی ختم ہو جاتا ہے۔''[1]

اگر محبّ کے دل سے محبوب کے وصال کی خواہش نکال دی جائے تو اس طرح وہ غلطی اور گناہ سے بھی بچ جائے گا اور تکلیف ونقصان سے بھی محفوظ رہے گا۔ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ محبوب چیزیں تکالیف برداشت کیے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتیں چاہے محبت صحیح ہو یا فاسد، لہٰذا مال، سرداری اور خوبصورتی سے محبت کرنے والے اپنا نقصان کیے بغیر اپنا مطلوب حاصل نہیں کر سکتے نہ اس دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

جذباتی محبت (عشق) کے دینی اور معاشرتی نتائج

جذباتی محبت (عشق) کا سب سے برا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے ہٹ جاتی ہے اور مخلوقات ہی اس کا محور ومرکز بن کر رہ جاتی ہیں۔ علمائے سلف نے جذباتی عشق ومحبت کے تباہ کن اسباب ونتائج کا بخوبی تجزیہ کیا ہے اور اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شکل وصورت کا عشق انھی دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے اعراض کرتے ہوئے اِدھر اُدھر منہ مارتے پھرتے ہیں۔ جب کوئی دل اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی ملاقات کے شوق سے بھر جاتا ہے تو اسے کسی صورت کے عشق کی بیماری نہیں لگتی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

[1] زاد المعاد: 151/3.

﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ﴾

’’ہم نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ اُس سے برائی اور بے حیائی کو دور رکھیں، یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں میں شامل تھا۔‘‘[1]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عشق اور اس کے آثار و نتائج، گناہ اور بے حیائی کو دور کرنے کا ذریعہ اخلاص ہے، چنانچہ بعض علماء نے فرمایا ہے:

’’عشق اس دل کی بیماری ہے جو اپنے اصلی محبّ، یعنی اللہ تعالیٰ کے جمالِ بے مثال سے خالی ہے۔‘‘[2]

پس ثابت ہوا کہ نفسانی عشق درحقیقت دل کی بیماری ہے جسے اللہ تعالیٰ کی خالص محبت سے دور کیا جا سکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے احکام کی پابندی، اور اس کی ہمہ وقت یاد اس بیماری کے خاتمے کا بہت مؤثر ذریعہ ہے...... یہ سب کچھ اس وقت ہے جب اس کا دل کسی جائز صورت کا عاشق ہو۔ اگر کسی کا دل حرام صورت پر عاشق ہو، چاہے وہ کوئی عورت ہو یا بچہ، تو یہ ایک ایسا عذاب ہے جس سے بڑے کسی عذاب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

شکل وصورت کا عاشق دراصل اپنے وہم کا شکار ہوتا ہے اور اپنے حواس کے دھوکے میں رہتا ہے۔ وہ اپنے جنون عشق میں اطاعت اور ایمان کے میدان سے دور بھاگتا ہے۔ چہرے کا عاشق جب کسی صورت کا غلام بن جاتا ہے تو ہر قسم کا شر وفساد اسے گھیر لیتا ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ ایسا شخص اگر بدکاری سے بچ بھی جائے تب بھی اُس کے دل کا ہر وقت شکل وصورت کے تصور میں مگن رہنا کیا کچھ کم نقصان دہ ہے؟ گناہ کرنے والا تو ممکن ہے توبہ کرے اور گناہ کے اثرات سے بچ جائے مگر یہ شکل وصورت کا سودائی تو ہر آن، ہر گھڑی مبتلائے معصیت ہے اور یہ عذاب صرف اس بنا پر ہے کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ سے

---

[1] یوسف 12:24.

[2] زاد المعاد: 3/151.

غافل ہے۔ اور وہ خود عبادت سے لاپروا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بیماری کا سب سے بڑا سبب دل کا اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا ہے۔ کیونکہ دل جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مزہ چکھ لے تو اُسے کوئی چیز اس سے بڑھ کر لذت بخش محسوس نہیں ہوتی۔''[1]

پھر یہ محبت، یعنی نفسانی عشق صرف ایک شخص ہی کے لیے بدبختی اور مصیبت کا باعث نہیں، بلکہ اس کا اثر پورے معاشرے میں پھیل جاتا ہے کیونکہ اس قسم کی محبت معاشرے میں بدنظمی اور فضولیات کو جنم دیتی اور پورے معاشرے سے مبتلائے عشق کا پتا کاٹ دیتی ہے اس طرح وہ اس شخص کو اس کے باطنی خول میں بند کر دیتی ہے۔

پروفیسر رفاعی سرور ایسی صورتحال کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چونکہ جاہل انسان فراغت پسند ہوتا ہے اور نفسانی محبت کے خفیہ احساسات کے ذریعے سے وہ اپنے محبوب کے قریب ہوتا رہتا ہے کیونکہ اس کا کوئی اور مقصد تو ہوتا نہیں، اس لیے وہ اسی محبت کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیتا ہے۔ جب جہالت کا مارا ایک شخص ناروا محبت کا شکار ہوتا ہے تو وہ عبودیت کی حد تک محبت کرتا ہے۔ اور جب وہ اپنی محبت میں ناکام ہو جاتا ہے تو پاگل ہو جاتا ہے یا خودکشی کر لیتا ہے کیونکہ وہ زندگی کو صرف اپنی ناکام محبت تک ہی محدود سمجھتا ہے، لہٰذا جب کوئی انسان فاسقانہ محبت کا شکار ہوتا ہے تو سب سے بڑا خطرہ یہی ہوتا ہے کہ اب وہ ہر کام سے عاجز آ جائے گا، چہ جائیکہ وہ کسی عظیم پیغام کا علمبردار ہو۔''[2]

پس جذبۂ محبت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بلند پایہ پیغام سے ہم آہنگ ہو جس کی خاطر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اگر جذبہ محبت صرف طبیعت اور شہوت کے زور پر پروان چڑھے گا

[1] العبودية لابن تيمية ص: 42.

[2] بيت الدعوة لرفاعي سرور، ص: 16.

توانسان انسانی درجے سے گر جائے گا اور حیوانات کی طبیعت کے زیادہ قریب ہو جائے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان بنا کر عزت بخشی ہے اور اپنی مقدس امانت اس کے سپرد کی ہے۔

محبت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جذبۂ محبت کو عفت و پاکیزگی سے آراستہ رکھے اور شریعت کے مطابق عمل کرے۔

درحقیقت اصل اعتبار اس طریق کار کا ہے جو ایک محبت کرنے والا اختیار کرتا ہے۔ بہت ممکن ہے کوئی محبت کرنے والا اپنی کم عقلی کی بنا پر محبت میں ایسا راستہ اختیار کر لے جس سے مطلوب حاصل نہ ہو۔ پس قابل تعریف محبت وہی ہوگی جو نیک ہو نہ کہ وہ جو فاسد ہو اور اس کا راستہ بھی بند گلی کی طرح ہو جیسا کہ آج کل مال و دولت سرداری اور خوبصورتی کے دیوانے عاشق کرتے ہیں۔ اِس سے ان کو نقصان بھی ہوتا ہے اور مطلوب بھی حاصل نہیں ہوتا۔

ایک داعی کے لیے تو محبت کے اثرات بہت اہم اور عظیم الشان ہوتے ہیں کیونکہ لوگوں کا قائد ہونے کے لحاظ سے معاشرے میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔

استاذ رفاعی سرور نے اس صورتِ حال پر بحث کی اور فرمایا:

''جب ایک داعی دعوت کے میدان میں داخل ہوتا ہے جبکہ اس کے دل میں جاہلانہ محبت موجود ہو اور وہ ابھی تک اس سے چھٹکارا نہ پا سکا ہو تو اس کے تین نتائج ہو سکتے ہیں۔ یا تو دوسرے فریق کے لیے اس کی دعوت قبول کرنے کا ذریعہ بن جائے گی یا یہ محبت خود داعیِ مسلم کے لیے اس کے اپنے دین و دعوت سے برگشتہ کرنے کا سبب بن جائے گی یا محبت یہ دونوں نتائج ظاہر کیے بغیر ختم ہو جائے گی، لہٰذا پختہ ایمان ہی کسی شخص کو فتنے سے بچا سکتا ہے۔ اور صحیح روحانی علاج ہی اسے بھٹکنے سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔''[1]

---

[1] بيت الدعوة لرفاعي سرور، ص: 16.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جذبۂ عشق دلوں کو غلام بنا لیتا ہے، روح کو قید کر لیتا ہے۔ اور اسے ذلت و رسوائی کی گہری خندق میں گرا دیتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

''جب کسی آدمی کا دل کسی عورت کی محبت میں اٹک جائے، چاہے وہ اس کے لیے مباح ہی ہو تو اس کا دل اس عورت کا قیدی بن جائے گا اور وہ عورت اس کی شخصیت میں اپنی مرضی و منشا کے مطابق تصرف کرے گی۔ وہ دیکھنے میں تو اس کا سردار، خاوند اور مالک معلوم ہوگا مگر درحقیقت وہ اس کا قیدی اور غلام ہوگا۔ بالخصوص اس وقت جب عورت کو علم بھی ہو کہ وہ میرا محتاج اور عاشق ہے اور میرے علاوہ گزارا نہیں کر سکتا۔ اس وقت وہ عورت اس پر ایسے حکم چلائے گی جیسے ایک ظالم سردار اپنے مجبور غلام پر حکم چلاتا ہے بلکہ عورت کا ظلم اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہوگا۔ کیونکہ دل کی اسیری جسمانی قید سے بدتر ہوتی ہے۔ اور دل کی غلامی بدن کی غلامی سے فروتر۔ جس شخص کا بدن غلام ہے مگر دل مطمئن اور خوش ہے تو اُسے کسی کی کوئی پروا نہیں ہوگی بلکہ ممکن ہے وہ آزادی کا کوئی حیلہ کرے۔ لیکن جب جسم کا بادشاہ، دل ہی غلام بن جائے اور غیر اللہ کا قیدی تو یہ حقیقی ذلت اور قید کا آخری درجہ ہے۔''[1]

عشق (جذباتی محبت) کا صحیح رُخ

اگر محبت انسانی زندگی میں اس قدر وسیع اثرات رکھتی ہے تو ضروری ہے کہ اس محبت کا علاج کر کے اسے صحیح رُخ پر ڈال دیا جائے۔ اور اس روحانی علاج کی بنیاد درحقیقت ان عناصر کی اصلاح ہے جن سے محبت کے جذبے پھوٹتے ہیں۔ ان عناصر کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1. محبوب کی شخصیت سے مرعوب ہونا جس کی وجہ سے محبوب کو کمالِ انسانی کا مجسمہ سمجھتا ہے۔

[1] العبودیة لابن تیمیة، ص:41.

2. دوستی برقرار رہنے کی اُمید۔

3. محبّ اور محبوب کے باہمی راز کیونکہ انھی کی بنا ان میں تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔

4. محبّ یہ سمجھتا ہے کہ میری ساری خوش نصیبی محبوب سے تعلق قائم ہونے پر موقوف ہے۔

ان چاروں عناصر کا مقابلہ ان کے اضداد اختیار کرنے سے ہوگا۔

پہلے عنصر کا مقابلہ اس طرح کیا جائے کہ محبت کرنے والے کے سامنے اس کے محبوب کے عیوب ونقائص اس طرح بیان کیے جائیں کہ اس کے ذہن نشین ہو جائیں۔

دوسرے عنصر کا مقابلہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اسے نا اُمید کر دیا جائے کیونکہ شرعی لحاظ سے ایسے تعلقات قائم نہیں رکھے جا سکتے۔

تیسرے عنصر کے مقابلے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے باہمی راز دوسرے لوگوں کے سامنے فاش کر دیے جائیں۔

آخری عنصر کے تدارک کی تدبیر یہ ہے کہ اُن نقصانات کو اُجاگر کیا جائے جو اس دوستی کے نتیجے میں لامحالہ پیدا ہوں گے، مثلاً: بے چینی، عقل کی ویرانی، ذہنی خلجان، دلی تکلیف اور ہر آرام وراحت سے محرومی وغیرہ۔

باقی رہا عاشق کا یہ سمجھنا کہ میری ساری خوش نصیبی محبوب سے تعلقات استوار ہونے میں ہے۔ تو اس کا مؤثر حل یہ ہے کہ اسے فوری طور پر کسی نیک مسلمان عورت سے بیاہ دیا جائے۔ مناسب ہوگا کہ یہ عورت ایسی پر کشش خوبصورتی کی حامل ہو کہ پہلی عورت اس کی نظر میں ماند پڑ جائے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے عشق کو قابلِ علاج مرض قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اس کی کئی ایک صورتیں ہوسکتی ہیں۔

1. اگر شرعی طور پر عاشق کو وصالِ محبوب مہیا کیا جا سکتا ہے تو اس کا مہیا ہو جانا ہی اس کا علاج ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

«يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»

''نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کر سکتا ہے وہ ضرور کر لے اور جو نکاح نہیں کر سکتا وہ روزے رکھا کرے کیونکہ اس سے بھی اس کی شہوت ٹوٹ جائے گی۔''[1]

گویا رسول اللہ ﷺ نے محبت والے کے لیے دو علاج تجویز فرمائے۔ ایک اصل اور دوسرا متبادل۔ آپ نے اصلی علاج کا ہی حکم دیا جو اس بیماری کی شفا ہے۔ پس جب تک یہ ممکن ہے اس وقت تک اس میں سستی نہ کی جائے۔

2. اگر شرعی طور پر یا معاشرتی لحاظ سے عاشق کے لیے وصالِ معشوق ممکن نہیں تو پھر یقیناً مصیبتِ عظمیٰ کھڑی ہو جائے گی۔ اس کا علاج یہ ہے کہ عاشق کو اس سے یکسر ناامید کر دیا جائے کیونکہ دل جب کسی چیز سے مایوس ہو جائے تو پھر اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس کی طرف متوجہ نہیں رہتا۔

3. اور اگر ناامیدی کے باوجود عشق کی بیماری جان نہ چھوڑے تو سمجھیے کہ اُس کی طبیعت میں گمراہی آ گئی ہے۔ اس کا عقلی علاج کیا جائے، یعنی اسے سمجھایا جائے کہ جس چیز کے ملنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو اُس کی تمنا کرنا دیوانے کا خواب ہے۔ ایسے شخص کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو سورج سے عشق رکھتا ہے۔ اور اس کی روح سورج کے ساتھ مل کر آسمانوں میں گردش کرنے کی متمنی رہتی ہو۔ ظاہر ہے یہ شخص تمام عقلاء کے نزدیک پاگل ٹھہرے گا۔

4. محبوب کا وصال شرعاً ناممکن ہو لیکن محبت کرنے والا اُسے حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب قول النبي ﷺ: من استطاع [منكم] الباءة......، حديث: 5065.

ہو تو اسے بتایا جائے کہ جس چیز کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ ہو اسے ناممکن ہی سمجھنا چاہیے۔ انسان کی کامیابی اور اس کی بیماری کا علاج اس چیز سے دور رہنے ہی میں ہے جس سے حق تعالیٰ نے روک دیا ہے۔ مریضِ محبت اپنے دل کو سمجھائے اور یقین دلائے کہ اللہ رب العزت کے منع کردہ اُمور کی حیثیت بھی ناممکنات میں سے ہے۔ اگر اُس کا نفسِ امارہ نہ مانے تو اُسے اُس زبردست اور ناقابلِ تلافی نقصان کا احساس کرنا چاہیے کہ ایک ہیچ اور فانی محبوب کے لمحاتی وصل کے مقابلے میں وہ انتہائی رفیع الشان حیی و قیوم محبوب حقیقی کے جمالِ بے مثال کی دید سے محروم ہو جائے گا۔

دانا آدمی جب یہ دیکھے گا کہ وہ ایک فانی محبوب کے وصل کی وجہ سے ایک لامتناہی حسن و جمال اور بے پایاں عظمتوں والے محبوب حقیقی کو کھودے گا تو وہ یقیناً سنبھلے گا اور تھوڑی دیر کی فنا پذیر لذت کے بدلے نہایت رفیع الشان دائمی لذت کو ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ عارضی لذت طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا پیش خیمہ ہے۔ لمحاتی لذت کی حقیقت خواب و خیال سے زیادہ نہیں۔ بھلا اُس فعل کی لذت بھی کیا لذت جو خود تو ختم ہو جائے مگر اُس کی تھکن باقی رہ جائے۔ شہوت و ہیجان مدھم پڑ جائے اور اس کی جگہ کم بختی اور بد نصیبی پڑاؤ ڈال دے۔

پس مبتلائے محبت کا فرض یہ ہے کہ وہ پاک بازی، فضیلت اور صبر کا دامن نہ چھوڑے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کی پریشانی کا خاتمہ فرما دے یا وہ خود اپنا گوہرِ مقصود ہی حاصل کر لے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ﴾

”اور جو لوگ نکاح نہیں کر سکتے وہ پاک بازی اختیار کریں، حتی کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے بامراد کر دے۔“[1]

[1] النور 24:33.

حدیث عشق: بہت سے لوگ ''حدیث عشق'' بیان کرنے کے لیے بڑے بے تاب رہتے ہیں اور عام لوگوں کی زبان پر بھی اس کا چرچا ہے۔ جبکہ ائمۂ حدیث اور علماء محققین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

اکثر لوگ اس کے موضوع ہونے کی علت اور تفصیل نہیں جانتے، اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مقالۂ محبت کے آخر میں علمائے کرام کے اقوال اور اس حدیث کے متن اور سند کی تفصیلات بھی بیان کردوں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ من گھڑت حدیث ہے۔ اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ اسے غلط طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔ اس کی سند یوں بیان کی جاتی ہے۔

''اس حدیث کو عن علي بن مسهر عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة عن النبي ﷺ، نیز اسے زبر بن بکار نے عن عبدالملك بن عبدالعزيز بن الماجشون عن عبدالعزيز بن أبي حازم عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبي ﷺ کی سند سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

«مَنْ عَشِقَ فَعِفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ»

''جس کو عشق ہوگیا لیکن وہ پاک باز رہا اور مر گیا تو وہ شہید شمار ہوگا۔''[1]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«مَنْ عَشِقَ فَكَتَمَ وَعِفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ»

''جس کو عشق ہوگیا لیکن اس نے اسے چھپائے رکھا، اور پاکباز رہا اور مر گیا تو وہ شہید شمار ہوگا۔''[2]

---

[1] سلسلة الأحاديث الضعيفة: 587/1، حديث: 409.

[2] ضعيف الجامع الصغير، حديث: 5698.

واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ عقلاً بھی ممکن نہیں کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہوں۔ کیونکہ شہادت تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند اور گرانمایہ چیز ہے۔ درحقیقت یہ صدیقیت سے متصل ایک درجہ ہے۔ اس کے حصول کے لیے کچھ اعمال کرنے پڑتے ہیں اور کچھ شرائط پوری کرنی پڑتی ہیں، پھر شہادت بھی دو قسم کی ہے: عام، خاص۔ خاص شہادت تو شہادت فی سبیل اللہ ہے۔ اور عام شہادت وہ پانچ چیزیں ہیں جو صحیح روایات میں مذکور ہیں۔ عشق ان پانچ چیزوں میں شامل نہیں ہے۔ عشق اللہ تعالیٰ کی محبت میں شرک ہے۔ عشق اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ ہے۔ عشق کے روگ میں رُوح اور دل ودماغ غیر اللہ کے غلام بن جاتے ہیں۔ آخر عشق شہادت پانے کا ذریعہ کیسے ہوسکتا ہے؟

ظاہری شکل و شباہت پر مرمٹنا متاع فاسد سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ عشق تو دل کو حد درجے فاسد کر دیتا ہے۔ یہ بڑا برا نشہ ہے۔ یہ روح کو مدہوش کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد کی راہ میں سنگ گراں بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی لذت ختم کر دیتا ہے۔ دل کو غیر اللہ کا غلام بنا دیتا ہے۔ یہ کس قدر ذلت کی بات ہے کہ عاشق کا دل اپنے معشوق کی پوجا کرتا ہے اور محبوبِ حقیقی کی ذات کو بھول جاتا ہے۔

اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ دل کو غیر اللہ کی غلامی میں دے کر اعلیٰ موحدین اور مخلص اولیاء کا مرتبہ حاصل کیا جا سکے؟ حاشا وکلا!

یہ ناممکن بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر اُس عاشق کے بارے میں جو اپنا عشق چھپاتا ہے اور پاکباز رہتا ہے، شہادت کا حکم لگا دیں۔ یہ کس قدر گھناؤنی اور تعجب انگیز بات ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی بیوی پر عاشق ہو جائے، یا خوبصورت بچوں اور بدکار عورتوں پر فریفتگی میں ڈوبا رہے وہ اپنے عشق وفسق کی بدولت شہداء کا درجہ پا جائے؟

کیا رسالت مآب ﷺ کے لائے ہوئے دین کی رُو سے ایسی تعجب خیز بات ممکن ہے؟ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟ عشق تو خود ایک بیماری ہے جس کی دوا اللہ تعالیٰ نے شریعت میں تجویز فرمائی ہے۔

اگر عشق حرام ہے تو اس کا علاج واجب ہے۔ وہ حالات وحوادث اور بیماریاں عشق ومحبت کی بیماری سے بالکل مختلف ہیں جن میں مبتلا لوگوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے شہادت کا حکم لگایا ہے۔ ذرا ان بیماریوں اور حوادث پر غور کرو۔ یہ سب لاعلاج ہیں۔ مثلاً: طاعون، اسہال، جنون، آگ میں جلا ہوا، غرق ہو جانا اور دردِ زِہ کی بنا پر زچگی میں وفات ایسی آفات ہیں جن میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔ نہ ان کا کوئی علاج ہے نہ ان کے اسباب حرام ہیں نہ ان سے طبیعت کی ویرانی دل کی خرابی یا غیر اللہ کی غلامی کا خدشہ ہے جو بیماریٔ عشق کے لازمی نتائج ہیں۔

اگر یہ وجوہ اس روایت کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کو کالعدم کرنے کے لیے کافی نہیں تو پھر ان ائمہ حدیث کا موقف تسلیم کر لیجیے جو اس حدیث کی اصل حقیقت کو خوب جانتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ کسی بھی امام حدیث نے اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا بلکہ انھوں نے سوید بن سعید کی اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ اور اس حدیث کی بنا پر سوید پر شدید تنقید کی ہے بلکہ بعض نے تو اُسے کذاب قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عدی نے اپنی کتاب ''کامل'' میں لکھا ہے کہ سوید کی اُس حدیث کو منکر کہا گیا ہے۔ علامہ بیہقی نے بھی اُسے منکر کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی ''تاریخ نیشاپور'' میں یہ حدیث بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مجھے اس حدیث پر تعجب ہے۔ سوید کے علاوہ کسی دوسرے راوی سے منقول نہیں۔ ویسے سوید ثقہ راوی ہے۔ علامہ ابو الفرج ابن الجوزی نے اس حدیث کو اپنی ''موضوعات'' میں شامل کیا ہے۔ ابو بکر ازرق اس حدیث کو پہلے سوید سے مرفوع بیان کرتے تھے، لیکن جب محدثین نے انھیں ہدف تنقید بنایا تو انھوں نے

نبی کریم ﷺ کا حوالہ چھوڑ دیا، پھر وہ اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرنے لگے۔ کسی بھی صورت میں یہ روایت هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبي ﷺ کی سند کے حوالے سے نہیں مانی جا سکتی۔ جس شخص کو حدیث اور عللِ حدیث سے ذرا سا بھی مَس ہے وہ اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اسے ماجشون عن ابن أبي حازم عن ابن أبي نجيح عن مجاہد عن ابن عباس کی سند سے بھی مرفوع نہیں مانا جا سکتا۔ اور اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ماننا بھی درست نہیں ہے، اس لیے کہ محدثین نے اس حدیث کے راوی سوید بن سعید پر سخت الزامات لگائے ہیں۔

امام یحییٰ بن معین نے اس حدیث کو منکر کہا اور فرمایا:

''سوید نا قابل اعتبار جھوٹا راوی ہے اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں اس سے جنگ کرتا۔''

امام احمد نے فرمایا:

''اس کی حدیث متروک (غیر معتبر) ہے۔''

امام نسائی نے فرمایا:

''وہ ثقہ (معتبر) نہیں۔''

امام بخاری نے فرمایا:

''وہ نابینا ہو گیا تھا۔ لوگوں کے کہنے پر ایسی روایات بھی بیان کر دیتا تھا جو اُس نے نہیں سُنی تھیں۔''

امام ابن حبان نے فرمایا:

''یہ شخص ثقہ راویوں کا نام لے کر عجیب اور نا قابلِ یقین روایات بیان کرتا ہے۔ پس اس کی مرویات سے پرہیز ضروری ہے۔''

اس کے بارے نرم سے نرم الفاظ جو استعمال کیے گئے ہیں وہ ابو حاتم رازی کے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''وہ سچا تو ہے، لیکن اَن سُنی بیان کر دیتا ہے۔''

امام دارقطنی کے الفاظ یہ ہیں:

''وہ ثقہ ہے مگر جب بڈھا ہو گیا تو اس کی حالت یہ ہو گئی کہ اس کے روبرو منکر روایات پڑھی جاتی تھیں تو وہ اسے بیان کرنے کی بھی اجازت دے دیتا تھا۔''

متذکرہ بالا جرح کے باوجود امام مسلم کا اس کی احادیث کو صحیح مسلم میں بیان کرنا محدثین کے نزدیک قابل اعتراض ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ امام مسلم نے اس کی وہی روایات بیان فرمائی ہیں جن روایات میں دیگر راویوں نے اس کی متابعت اور موافقت کی ہے۔ انھوں نے اس کی منفرد، منکر اور شاذ روایات بیان نہیں کیں۔ لیکن یہ حدیث منکر اور منفرد ہے۔ واللہ اعلم

امام اسماعیل بن محمد عجلونی نے اس حدیث کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:

''خطیب بغدادی نے اس روایت کو محمد بن داود اصبہانی، عن ابن عباس کی سند سے مرفوع بیان کیا ہے۔ جس میں ''فھو شھید'' کے الفاظ ہیں۔ اور جعفر سراج نے اپنی کتاب ''مصارع العشاق'' میں اس روایت کو بحوالۂ سوید ان لفظوں میں بیان کیا ہے: ''جو آدمی عشق میں مبتلا ہوا، پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور مر گیا تو وہ شہید کی موت مرا۔'' ابن مرزبان نے ابو بکر الازرقی عن سوید کی سند سے اسے موقوف بیان کیا ہے، یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا قول انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ابو بکر کے استاد نے تو اسے مرفوع بیان کیا تھا لیکن جب اس پر تنقید ہوئی تو اس نے اسے مرفوع کے بجائے موقوف بیان کرنا شروع کر دیا۔''

نیز اس روایت کو امام یحییٰ بن معین نے سوید کی غلطی بتلایا ہے اور منکر کہا ہے۔ حتیٰ کہ امام

حاکم رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے:

''کہا جاتا ہے کہ جب امام یحییٰ بن معین نے اس حدیث کا ذکر کیا تو فرمایا: اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں سوید سے جنگ کرتا۔''

آخر میں شیخ علامہ البانی رحمہ اللہ کا تبصرہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے: موصوف نے اپنی کتاب ''ضعیف اور موضوع احادیث اور امتِ مسلمہ میں ان کے اثرات بد'' میں اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا ہے:

''خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف اور متن کے لحاظ سے موضوع ہے۔''

بیماریٔ عشق سے نجات پانے کا طریقہ

اس کتاب کے فاضل مصنف علامہ سمیر حلبی کے نہایت فکر انگیز اور سبق آموز رشحاتِ قلم یہاں ختم ہوئے۔ اب آخر میں مریضانِ عشق کے شافی علاج کا ایک تیر بہدف نفسیاتی نسخہ حاضر ہے۔

سب سے پہلے یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اس دنیا کی زندگی آخرت کی تیاری کے لیے دی گئی ہے، اس لیے اس زندگی کا ہر لمحہ اللہ رب العزت ہی کی اطاعت میں بسر کرنا چاہیے۔ اتنی بیش بہا زندگی جس میں نیکی کے کام انجام دے کر آخرت میں جنت جیسی بے مثل نعمت حاصل کی جاسکتی ہے، اُسے فانی چیزوں پر فدا ہونے میں برباد کرنا دیوانگی ہے۔

یہ دیکھ کر دل دکھتا ہے کہ اکثر نوجوان اِسی دیوانگی کا شکار ہو کر جگہ جگہ خوار ہو رہے ہیں اور اپنے مستقبل کو آگ لگا رہے ہیں۔ اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کا صحیح طریقہ صرف یہ ہے:

1. معصیت کی زندگی سے عزم صمیم کے ساتھ توبہ کیجیے اور کسی نیک گھرانے میں فوراً شادی کر لیجیے۔ یاد رکھیے! ہماری محبت کا مرکز و منتہیٰ صرف ربِ جمیل کی ذات عالی ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ کے جمال بے مثال سے بڑھ کر اور کس کی خوبصورتی ہوسکتی ہے جس پر انسان ریجھے۔ بے وفا چہروں کی چمک دمک پر شیدا ہو جانا شرفِ خودداری کی توہین ہے۔ حُسنِ آوارہ کے انگاروں سے ہمیشہ دور بھاگیے۔
2. جس کی محبت میں آپ مبتلا ہیں، اُس سے ہر قسم کا تعلق آج اور ابھی ختم کر دیجیے۔ اُسے

مت دیکھیے، اس کے گھر کے قریب بھی نہ پھٹکیے، اُس کا کسی سے تذکرہ کیجیے نہ سُنیے۔ اُس کا خیال بھی دل میں نہ لایئے اپنے باطن میں انقلابی تبدیلی پیدا کر لیجیے۔ یوں بدل جایئے جیسے موسم بدل جاتا ہے۔

ع..... خاک ڈال، آگ لگا، نام نہ لے، یاد نہ کر!

کہا جاسکتا ہے کہ اور تو ساری تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں، لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ دل میں اُس کا خیال بھی نہ آئے؟

یقیناً خیال ضرور آئے گا، لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ خیال آتا ہے تو آنے دیجیے، البتہ خود قصداً اس کا خیال دل میں نہ لایئے۔ ہاں! جب خیال خود بخود آجائے تو اُسے فوراً ذہن سے جھٹک کر کسی اچھے اور مفید کام میں مصروف ہو جایئے۔ خوب جم کر اسی تدبیر پر پابندی سے عمل کرتے رہیے اور اللہ رب العزت سے نیکی کی زندگی کی توفیق مانگتے رہیے۔ آنکھ اوجھل، پہاڑ اوجھل! چند ہفتے بھی نہ گزرنے پائیں گے کہ اُس متاعِ فاسد کا خیال آنا بھی بند ہو جائے گا۔ درحقیقت اس بیماری کا اصلی علاج استقامت کے ساتھ فاسد محبوب سے کُلی طور پر دور رہنا ہے۔ جتنی دوری ہوگی، اُتنی ہی جلدی شفا نصیب ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

طبیعت تری زور پر ہے تو رُک
وگرنہ یہ حد سے گزر جائے گی
خیال اپنا کچھ دیر کو موڑ لے
چڑھی ہے ندی جو اُتر جائے گی
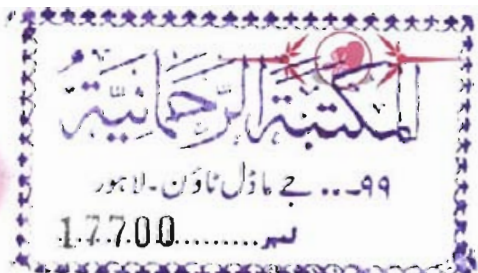
محبّت کی حقیقت

ہمیں پیدا فرمانے والا رب ذوالجلال سب حسینوں سے بڑھ کر حسین وجمیل ہے، اس جیسا خوبصورت کوئی نہیں۔ یہ اُسی کے بے مثل حسن کی ادنیٰ سی کرشمہ سازی ہے کہ اس نے یہ کائنات بنائی تو اس کے ہر گوشے کو حسن کی جلوہ آرائیوں سے معمور کر دیا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہمارے چاروں طرف حسن کے جلوے موجود ہیں؟ یہاں چاند ستاروں سے سجا ہوا آسمان ہے، کہیں پہاڑوں کی برف پوش چوٹیاں ہیں، کہیں آبشاروں کا نغمہ ہے۔ کہیں جھومتے ہوئے سرسبز جنگل ہیں۔ کہیں پھول ہیں، کہیں تتلیاں ہیں، کہیں جگنو ہیں۔ یہ خوبصورت کائنات بنا کر اللہ رب العزت نے انسان کے قلب ونظر کو ذوق جمال آشنائی بھی عطا فرمایا ہے۔

زیرنظر کتاب ''محبت'' کا موضوع انسان کا یہی جمال آشنا دل ہے۔ فاضل مصنف شیخ سمیر حلبی نے قرآن وسنت کی روشنی میں بتایا ہے کہ انسان کو جمال آشنا نگاہ اور محبت بھرا دل صرف اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ رب جمیل ہی سے محبت کرے اور اسی کی بارگاہ عالی میں اپنی پیشانی جھکا دے۔ دین قیم سراسر محبت ہی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر محبت کرنا اور رسالت مآب ﷺ سے غایت درجہ محبت کرتے ہوئے اپنے دل ودماغ اور روح وبدن کا ایک ایک ریشہ ان کی اطاعت میں لگا دینا اور تمام مسلمانوں کے لیے محبت اور خیر خواہی کا جذبہ رکھنا ہی مطلوب دین ہے۔ یہ کتاب نفسانی محبت کے روگی نوجوانوں کے لیے ہدایت کا چراغ ہے۔ اس کتاب کی ہدایات وتعلیمات پر جو بھی خلوص دل سے عمل کرے گا، ان شاءاللہ وہ خود حسن اور حسنات کی دلآویز تصویر بن جائے گا۔

ISBN: 9960-9849-7-4
Book No. 33